معیارِ عقائدِ قادیانی

(سنِ تصنیف: 1331ھ بمطابق 1912ء)

تصنیفِ لطیف

قاطعِ فتنۂ قادیان

جناب بابو پیر بخش لاہوری

(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

قاطعِ فتنۂ قادیانؒ

جناب بابو پیر بخش لاھوری

(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

○ حالاتِ زندگی

○ رَدِّ قادیانیت

جناب بابو پیر بخش لاہوری

جناب بابو پیر بخش کا شمار اہلسنت و جماعت کی ان علمی شخصیات میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیا۔ محترم بابو پیر بخش بھاٹی دروازہ ،لاہور کے رہنے والے تھے۔ موصوف علام نے ذریعہ معاش کے لئے محکمہ ڈاک کی ملازمت اختیار کی۔

فروری ۱۹۱۲ء میں انہیں اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملی اور پنشن پر آ گئے۔ ملازمت سے فراغت کے بعد انہوں نے غلام احمد قادیانی کی کتب کا مطالعہ کیا اور اس فتنہ سے آگاہ ہوئے۔ آخر کار اس فتنہ کی سرکوبی کی ٹھان لی اور اسی سال رد قادیانیت پر کتاب ''معیار عقائد قادیانی'' تحریر فرمائی۔

معیار عقائد قادیانی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اما بعد احقر العباد بابو پیر بخش پوسٹ ماسٹر حال گورنمنٹ پنشنر ساکن لاہور، بھاٹی دروازہ۔ برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مجھ کو بہت مدت سے مرزا صاحب کی صفات سن کر اشتیاق تھا کہ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کروں اور ممکن فائدہ اٹھاؤں۔ مگر چونکہ یہ کام فرصت کا تھا۔ اور مجھ کو ملازمت کی پابندی تھی۔ اور میرا محکمہ ڈاک بھی ایسا تھا کہ مجھ کو فرائض منصبی سے بہت کم فرصت ہوتی تھی جو کہ ضروریات انسانی میں بھی مکتفی نہ تھی۔ اسی واسطے میں اپنے شوق کو پورا نہ کر سکا۔ مگر اب مجھ کو بفضل خدا تعالیٰ بہ تقریب پنشن ماہ فروری ۱۹۱۲ء سے فرصت تھی۔ میں نے مرزا صاحب کی تصانیف دیکھی اور ان کی کتابیں فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام، حقیقۃ الوحی، براہین احمدیہ پڑھیں۔ قریباً تمام کو دعویٰ مسیح موعود اور آسمانی

نشانات سے مملو پایا۔"

معیار عقائد قادیانی کی تصنیف کے بعد محترم بابو پیر بخش نے اس بے دین گروہ کے ہر چیلنج اور ہر اشتہار کا جواب تحریر فرمایا اور قلیل عرصہ میں غلام احمد قادیانی کے ہر ہر دعوے کے رد پر مستقل کتب تحریر فرما دیں۔ جناب بابو پیر بخش مرحوم کی جملہ تصانیف نہایت سلیس اور مدلل ہیں۔ اب تک ادارہ تحفظ عقائد اسلام کو مصنف علام کی نو (۹) کتابیں حاصل ہو چکی ہیں جن کی سنین کے اعتبار سے ترتیب اس طرح ہے:

۱......	معیار عقائد قادیانی	۱۳۳۱ھ	۱۹۱۲ء
۲......	بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی	۱۳۳۷ھ	۱۹۱۸ء
۳......	کرشن قادیانی	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۰ء
۴......	مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی	۱۳۴۱ھ	۱۹۲۲ء
۵......	تحقیق صحیح فی تردید قبر مسیح	۱۳۴۱ھ	۱۹۲۲ء
۶......	الاستدلال الصحیح فی حیاۃ المسیح	۱۳۴۳ھ	۱۹۲۴ء
۷......	تردید نبوت قادیانی	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء
۸......	حافظ الایمان (فارسی)	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء
۹......	مجدد وقت کون ہو سکتا ہے؟	......	......

تحریر و تصنیف کے علاوہ جناب بابو پیر بخش تقریر کے میدان میں بھی ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو منعقد ہونے والے "جلسہ اسلامیان قادیان" کی روداد بیان کرتے ہوئے محرر لکھتے ہیں:

"جناب بابو صاحب موصوف نے اپنی ۱۶ صفحات کی نہایت مدلل اور دلچسپ

مطبوعہ تقریر ''اثبات حیات مسیح'' مختصر مگر منکسرانہ تمہید کے بعد سنانی شروع کی۔ اس تقریر کی لطافت نے جلسہ میں ایک خاص شان پیدا کر دی۔ لفظ لفظ پر تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔'' ''درحقیقت جس تحقیق سے ایک مدلل اور مکمل بحث بابو صاحب نے ''اثبات حیات مسیح'' پر کی ہے، یہ انہیں کا حصہ تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے ''لکل فن رجال ولکل قول مقال'' بابو صاحب کی طبیعت میں مناظرہ کا خاص ملکہ ودیعت ہے۔''

جناب بابو پیر بخش نے ایک دینی ادارے انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی اور اس کے تحت ماہنامہ رسالہ بنام ''تائید الاسلام، لاہور'' جاری کیا۔ انجمن کے تحت فتنہ قادیان کی جانب سے جاری ہونے والے اشتہارات اور پمفلیٹ اور مضامین اور تقاریر کا رد کیا جاتا اور عوام الناس کو حقائق سے آگاہ کیا جاتا۔ ماہنامہ رسالہ میں رد قادیانیت پر مضامین اور اقتباسات شائع کئے جاتے اور علماء اہلسنت کی رد قادیانیت پر مطبوعہ کتب سے بھی عوام و خواص کو مطلع کیا جاتا۔ انجمن تائید الاسلام کی ۱۹۱۷ء کی ایک اشاعت کے سرورق کے ارد گرد یہ اطلاع درج ہے:

''حجۃ اللہ البالغہ یعنی سیف چشتیائی مصنفہ علامہ زمان قطب دوران حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب (زاد اللہ فیوضہم)۔ دنیا بھر کے علماء نے تسلیم کیا ہے کہ عالمانہ نظر میں مرزا قادیانی کا رد اس سے بہتر نہیں کیا گیا۔''

رسالہ تائید الاسلام ماہوار بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء کے سرورق پر یہ اطلاع تحریر ہے:

''اطلاع: افادۃ الافہام مولفہ حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب مرحوم (صدر الصدور، حیدرآباد، دکن) تردید مرزا میں یہ دو جلدوں کی ضخیم بے نظیر کتاب جو بڑی جستجو سے تین (۳) نسخے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ علماء فوراً منگا لیں۔''

جب مصنف موصوف نے بعض مصلحتوں کے تحت رسالہ تائید الاسلام بند کر دیا تو حضرت علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی (مصنف کلمہ فضل رحمانی بدفع کید قادیانی) نے اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار "انقلاب زفاف حاضرۃ" میں ان الفاظ میں فرمایا:

"ہمارے محترم دوست مولوی بابو پیر بخش صاحب نے رسالہ تائید الاسلام لاہور کو بند کر دیا اور نہایت اہم دینی کام کو چھوڑ دیا۔" (مطبوعہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور، ماہ جنوری ۱۹۲۸ء)

ادارہ اپنی اس چودھویں جلد میں جناب بابو پیر بخش مرحوم کی تین کتب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور مزید کتب پندرہویں اور سولہویں جلد میں انشاء اللہ طبع کی جائیں گی۔ مذکورہ بالا رسائل اور کتب کے علاوہ مصنف موصوف کے ردقادیانیت پر مزید اور پانچ کتب و رسائل کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ جن میں بعض کو حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور) نے اپنی مشہور تصنیف "مرآۃ التصانیف" میں ذکر فرمایا ہے۔

۱...... **لامھدی الا عیسیٰ۔**

۲...... اسلام کی فتح اور مرزائیت کی تازہ ترین شکست۔

۳...... تفریق درمیان اولیاء امت اور کاذب مدعیان نبوت و رسالت

۴...... ایک جھوٹی پیشین گوئی پر مرزائیوں کا شور وغل۔

۵...... **حافظ الایمان** (عربی)

جناب بابو پیر بخش مرحوم کے مفصل حالات ادارے کو دستیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ اگر کسی کے پاس موصوف علام کے تفصیلی حالات زندگی اور مذکورہ بالا پانچ رسائل موجود ہوں تو ادارے کو ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بے حد مدح بیحد اس ذات ستودہ صفات پر جس کی قدرت کاملہ سے تمام کائنات میں ایک حرف کن سے ظہور پکڑا۔ اور جس نے اپنی حکمت بالغہ سے انسان کو زیور عقل سے آراستہ کر کے قوت تمیز عطا فرمائی۔ جس کے ذریعے سے حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔ جس کی ذات بے چوں و بے چگوں کو کسی وجود حسی کو امکان شرکت نہیں اور جس کی ذات پاک میں جزو کل، جسم وروح کو دخل نہیں۔ تشبیہ ومثال سے پاک ہے۔ یا جو کچھ ذہن و ہم وخیال میں انسان کے آ سکے، اس کی ذات اس سے منزہ ہے۔ اور درود بے حدو دلغت نامعدوداس کامل انسان پر کہ جس کی شان ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

متمم مکارم اخلاق محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک ذات پر ہو۔ کہ جس نے اپنی اکمل واتم تعلیم سے گم گشتگان کوئے ضلالت کو راہ راست توحید بتایا اور کفر وشرک سے نکال کر ایسی کامل تعلیم دی کہ جس میں گم گشتگی کا ہرگز احتمال نہیں۔ اور معاش ومعاد کی ایسے حد اعتدال پر فرمائی کہ دنیا بھر کے سیاسی وتمدنی تعلیم پر سبقت رکھتی ہے۔ مقام عبودیت والوہیت ایسا الگ الگ رکھا کہ شرکت فی ذات وصفات وعبادت نام تک نہیں۔ اس سلطان رسل وافضل انبیاء کی تعلیم پاک اس قدر اکمل ہے کہ ان کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت ہے نہ کسی مرسل کی۔ سچا رہنما اور دستور العمل قرآن مجید آپ کا زندہ جاوید معجزہ ہماری اور آئندہ نسلوں کی ہدایت کے واسطے کافی ہے۔ جو کہ ہر تنازع کے وقت ہر ایک زمانے میں سچے منصف وجج کا کام دیتا ہے۔

اللھم صل علی محمد و آلہ و اصحابہ و اهل بیتہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

اما بعد احقر العباد پیر بخش پوسٹماسٹر، حال گورنمنٹ پنشنر، ساکن لاہور، بھاٹی دروازہ برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مجھ کو بہت مدت سے مرزا صاحب کی صفات سن کر اشتیاق تھا کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کروں۔ اور ممکن فائدہ اٹھاؤں۔ مگر چونکہ یہ کام فرصت کا تھا اور مجھ کو ملازمت کی پابندی تھی اور میرا محکمہ ڈاک بھی ایسا تھا کہ مجھ کو فرائض منصبی سے بہت کم فرصت ہوتی تھی۔ جو کہ ضروریات انسانی میں بھی مکتفی نہ تھی۔ اسی واسطے میں اپنے شوق کو پورا نہ کر سکا۔ مگر اب مجھ کو بفضل خدا تعالیٰ بہ تقریب پنشن ماہ فروری، ۱۹۱۲ء سے فرصت تھی۔ میں نے مرزا صاحب کی تصانیف دیکھی اور ان کی کتابیں فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالۃ الاوہام، حقیقۃ الوحی، براہین احمدیہ پڑھیں۔

تقریباً تمام کو دعویٰ مسیح موعود اور آسمانی نشانات سے مملو پایا۔ مجھ کو ان سے کچھ بحث نہیں اور نہ پیشینگوئیوں کے صدق اور کذب سے کچھ غرض۔ کیوں کہ ہر ایک شخص کی تعلیم اس کی صداقت کا اصلی معیار ہے۔ اگر اس کی تعلیم کامل اور اصول اسلام کے مطابق ہے تو اس کی دوسری دعاوی کو ماننے میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تعلیم ناقص اور اصول اسلام کے برخلاف ہے تو سب دعوے باطل۔ ہر ایک عمل کی جڑ اعتقاد اور ایمان ہے۔ جب اعتقاد اور ایمان درست نہ ہو تو عمل کیا درست ہوں گے؟

میں نے ان کی تعلیم دیکھی ہے کہ مرزا صاحب کیا سکھاتے ہیں اور ان کی تعلیم موجودہ زمانے کی رمز شناس ہے یا نہیں۔ جہاں تک مجھے نظر آیا ہے ان کی تحریر دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک تفریط عقلی اور دوسرا افراط عقلی۔ تفریط عقلی میں تو وہ اپنی تعریف اور رسول پاک ﷺ کی تعریف میں حد شریعت سے تجاوز کر کے شرک ذات باری تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور افراط عقلی میں معجزات انبیاء علیہم السلام اور وجود ملائکہ، نزول وصعود مسیح علیہ السلام میں نیچریت بلکہ سر سید احمد کی تقلید تک پہنچے ہیں۔ اور دعویٰ مسیحیت میں ایسے محو ہیں کہ آیات

قرآنی اور احادیث نبویہ کے معانی میں بہت کچھ تصرف فرمایا ہے۔ اور اپنے مفید مطلب معنی کئے ہیں چاہے سیاق اور سباق اور نظم قرآن کے مخالف ہو۔

اس لئے یہ ایک مختصر رسالہ مرزا صاحب کی تعلیم پر بغرض تحقیق حق لکھا ہے۔ جس سے یہ غرض ہے کہ اہل اسلام علی العموم اور جماعت احمدی علی الخصوص اپنی اپنی جگہ غور فرمائیں۔ اور یہ دیکھیں کہ اگر یہ تعلیم قرآن اور حدیث کے موافق اور مطابق پائیں تو بے شک عمل فرمائیں ورنہ اس ٹھوکر سے بچنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بجائے ترقی ایمان کے قعر ضلالت شرک میں پھنس کر شریعت کو ہاتھ دے بیٹھیں۔

ہر ایک صاحب اپنے آپ اللہ کا خوف دل پر لا کر اپنے ضمیر سے فتویٰ لے کہ جس تعلیم کو ہم ذریعہ نجات خیال کرتے ہیں وہ ہم کو دلدل شرک میں پھنسا کر ہلاک کرنے والی تو نہیں ہے۔ صرف خوابوں اور الہاموں پر جو کہ شرعی حجت نہیں ہے، مائل ہونا معقول نہیں ہے اور نہ اسباب نجات آخرت ہے۔ آئندہ آپ کا اختیار ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆

تمہید اوّل

ہر ایک مصلح قوم کی تعلیم دیکھی جاتی ہے اگر اس کی تعلیم قوم کی حالت اور مذہب کے مطابق ہے تو اس کے دعویٰ کو ماننے میں ہرگز عذر نہ ہونا چاہئے اور اگر اس کی تعلیم اصول اسلام کے برخلاف یعنی قرآن اور حدیث کے موافق نہیں تو قابل تسلیم نہیں اور نہ کسی شخص کے خود تراشیدہ معانی آیات قرآنی کی جو قرآن وحدیث کے برخلاف ہو کچھ وقعت ہے۔ اہل اسلام کے لئے ایک معیار ہے۔ جس پر وہ ہر ایک کھری اور کھوٹی تعلیم کو پرکھ سکتے ہیں

اور کسی شخص کے دعویٰ اور بلند پروازیوں پر یقین نہیں کر سکتے۔ چاہے وہ سچ مچ رسّی کے سانپ بنا کر دکھائے یا ہوا پر اڑے اور پانی پر چلے۔ اگر اس کا کوئی قول یا فعل شریعت حقہ کے برخلاف ثابت ہو تو ہرگز ماننے کے قابل نہیں ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی اپنے آپ کو من جانب اللہ یا فنا فی اللہ یا بقا باللہ بتائے۔ امتحان شرعی کے بغیر اس پر ایمان نہ لانا چاہیئے۔ رسول عربی ﷺ پر ایمان اسی واسطے رکھتے ہیں کہ اس کی تعلیم خالص ہے اور اسمیں کسی قسم کے شرک وکفر وغیرہ شکوک کو دخل نہیں ہے اور اس کا استمراری معجزہ قرآن شریف ہماری ہدایت کے واسطے اور آئندہ نسلوں کیواسطے ہمارے ہاتھ میں ہے۔ قرآن پاک کی تعلیم تمام مذاہب سے افضل واکمل اسی واسطے ہے کہ اسمیں وجود باری تعالیٰ اور اس کی الوہیت وصفات میں کسی دوسرے کی شراکت روا نہیں رکھی۔ برخلاف دوسرے مذاہب کے انہوں نے الوہیت اور عبودیت میں اشتراک روا رکھا اور انسان کو خدائی کے مرتبے تک پہنچایا اور طرح طرح کی تاویلات سے لوگوں کو گمراہی میں ڈالا اور خالص توحید کو ہاتھ سے کھو دیا۔ ایک دین اسلام ہی ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ کی ذات پاک کو شرک کے گوشہ سے پاک رکھا ہوا ہے۔ اور یہی فضیلت اس کو دوسرے دینوں پر ہے۔ اہل اسلام کا ہمیشہ سے قاعدہ چلا آیا ہے کہ اگر کسی شخص کی تصنیف یا فعل انہوں نے اصول اسلام کے برخلاف پایا تو فوراً اس پر حد شرع لگا کر بغرض سلامتی دین اسلام گندے عضو کی طرح کاٹ کے الگ پھینک دیا اور جس شخص کی تعلیم کو مطابق اصول اسلام اور شرک و بدعت سے پاک پایا، اس کی عزت کی اور اس کو امام و پیشوا مانا اور پیروی کی۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ پہلے اس کے کہ وہ کسی شخص کے ہاتھ پر ہاتھ دیتا ہے یعنی بیعت کرتا ہے، اس شخص کی تعلیم کو دیکھے کہ اس کو راہ راست اسلام کے اصولوں سے گمراہی میں ڈالنے والی تو نہیں ہے۔ پہلے امتحان کرے اور پھر اس کی بیعت کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بغیر امتحان تعلیم شرک اور کفر میں جا پھنسے اور شریعت

ﷺ کو ہاتھ سے دیکر خَسِرَ الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃ کا مورد ہو۔ ہر ایک شخص کی تعلیم کے پرکھنے کے واسطے اہل اسلام نے چند اصول مقرر کئے ہوئے ہیں اور یہی ادلہ عادلہ ہیں۔ اگر کوئی تعلیم ان اصولوں کے برخلاف پاتے ہیں تو ہرگز نہیں مانتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب کوئی تنازعہ تم میں اُٹھے تو میرے کلام اور رسول ﷺ کے کلام پر فیصلہ کرو۔

اوّل:۔ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ چاہے کوئی کیسا ہی دعویٰ کرے اور ہوا پر اڑے اور پانی پر چلے۔ اگر قرآن شریف اور احادیث نبوی ﷺ کے برخلاف تعلیم دیتا ہے تو اس کی پیروی کرنی نہیں چاہیے۔

دوم:۔ شرک فی النبوۃ جائز نہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ یعنی رسالت محمد ﷺ میں کسی دوسرے شخص کی شرکت نہیں ہے کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں۔

سوم:۔ نصوص شرعیہ یعنی قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کشف والہام حجت شرعی نہیں۔

چھارم:۔ وحی مشعر اوامر ونواہی خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ عوام پر اس کا نازل ہونا ممتنع الوقوع ہے کیونکہ نبی کی فطرت دوسرے اشخاص سے بالکل جدا ہوتی ہے۔

پنجم:۔ ادلہ عادلہ صرف قرآن مجید واحادیث نبوی واجتہاد ائمہ اربعہ واجماع امت ہے۔ اس کے سوا دلائل کشفی والہامی جن کا تمسک قرآن اور حدیث سے نہ ہو حجت شرعی و مستند نہیں۔ ان اصول متذکرہ بالا سے ہر ایک پیر یا امام یا مرشد کی تعلیم اور عمل کو امتحان کرنا چاہئے۔ اگر اس معیار شرعی پر کھری معلوم ہو تو بلا عذر ماننا چاہئے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو ہرگز کورانہ تقلید نہ کرنی چاہئے۔ یہ کوئی معقول دلیل نہیں ہے کہ چونکہ اس کے بہت پیرو ہیں اس لئے ہم کو بھی آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے ہو جانا چاہئے۔

ناظرین! اگر ہم اس فانی زندگی کے آرام کے واسطے کوئی چیز خریدتے ہیں تو کیا پہلے اس کی جانچ پڑتال نہیں کرتے؟ مگر کیسے افسوس کی بات ہے کہ ہم غیر فانی اور آخرت کے

اسباب کے خریدنے میں کوئی احتیاط عمل میں نہ لائیں اور صرف اسی دلیل پر کہ چونکہ بہت لوگ اس شخص کے مرید ہو رہے ہیں۔ ہم بھی ہو جائیں اور مواخذہ آخرت کی پروا نہ کریں۔ مسیلمہ کذاب کے قلیل عرصہ یعنی تین چار ہفتہ میں لاکھ سے اوپر پیرو ہو گئے تھے۔ کیا وہ حق پر تھا؟ اور مرید بھی ایسے راسخ الاعتقاد تھے کہ اس کے حکم پر عزیز جانیں قربان کر دیتے تھے اور جنگ و جدال کرتے تھے۔ جب ہمارے پاس معیار ہے تو ہمارا فرض ہے کہ دیکھیں کہ جو تعلیم ہم ذریعہ نجات آخرت خیال کر کے قبول کرتے ہیں، وہ اس معیار شرعی کے برخلاف تو نہیں۔ اور بجائے ہماری نجات کے ہمارے عذاب آخرت کا باعث تو نہیں۔ کیونکہ خدا نے ہم کو نور عقل واسطے تمیز نیک و بد کے دیا ہوا ہے۔ اس روشنی سے ہمارا فرض ہے کہ نیک و بد میں تمیز کر لیں اور پھر تسلیم کریں۔

تمہید دوم

امور غیبیہ پر اطلاع بذریعہ خواب و رؤیا، کشف، الہام وحی ہوتی ہے۔ ان کے سوا ایک اور باعث بھی ہے۔ وہ کیا! کیفیت مزاجیہ جبکہ سودا حرارت و یبوست مزاج پر غالب ہو یا محاکات متخیلہ یعنی چند صورتیں جو خارجی وجود نہ رکھتی ہوں۔ کسی شخص کو نظر آتی ہوں اور دیگر حاضرین اسکو نہ دیکھ سکیں۔ ہر ایک قسم کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

وحی:۔ تو خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ کیونکہ وحی مشعر بر اوامر و نواہی۔ سوا انبیاء علیہم السلام کے کسی دوسرے کو نہیں ہوتی اور یہ بواسطہ فرشتہ ہوتی ہے۔ بمضوائے آیت کریمہ۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ یعنی بشر کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بغیر وحی اور حجاب کے بلاواسطہ کلام کرے اور وحی کا آنا آنحضرت ﷺ کی ذات پاک سے مخصوص تھا۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''مکاشفۃ القلوب'' میں باب ۱۱۱ رسول اللہ ﷺ کی وفات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل

علیہ السلام نے آکر کہا کہ اے محمد ﷺ یہ میرا زمین میں آخری دفعہ کا آنا ہے۔ اب وحی بند ہوگئی اب مجھے دنیا میں آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آپ کے واسطے میرا آنا ہوا کرتا تھا۔ اب میں اپنی جگہ پر لازم وقائم رہوں گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جنازہ پاک پر کھڑے ہوکر درود پڑھنے لگے اور رونے لگے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ آپکے دنیا سے تشریف لے جانے سے وہ بات منقطع ہوگئی جو کسی نبی اور رسول کے چلے جانے سے منقطع نہ ہوئی تھی۔ یعنی حضرت جبرائیل کا نازل ہونا اور یہ ایک دستور العمل یا قانون الٰہی ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے واسطے عنایت فرماتا ہے جس میں جھوٹ وساوس شیطانی کا ہرگز احتمال نہیں ہوتا۔ وحی میں پیغمبر علیہ السلام کی خواب یا رائے یا کشف وغیرہ کیفیات روحانی کا دخل نہیں ہوتا۔ وہ خالص کلام الٰہی ہوتی ہے۔ جس کو کلام اللہ یا قرآن مجید کہا جاتا ہے۔

رسول پاک ﷺ کے کلام یا آپکی رائے کو حدیث نبوی کہتے ہیں اور کیفیات روحانی نبی ﷺ کو "حدیث قدسی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِیْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ رَّأْیِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ.** (رواہ مسلم) یعنی "میں بھی تو انسان ہی ہوں۔ جب تم کو تمہاری دین کی کسی بات کا حکم ہو تو اس کو مان لو اور جب کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو بیشک میں بھی انسان ہوں"۔ وحی بذریعہ فرشتہ یعنی حضرت جبرائیل ہوتی ہے۔ کیونکہ قوائے انسانی براہ راست وحی الٰہی کے متحمل ہونے کے قابل نہیں۔ اگر کوئی شخص غیر نبی دعویٰ وحی کرے تو مسلمان اس کو تسلیم نہیں کر سکتے اور نہ شرعاً مامور ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں **اَلَا وَاِنِّیْ لَسْتُ نَبِیًّا لَا یُوْحٰی اِلَیَّ.** یعنی "میں نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے"۔ جس سے صاف

ظاہر ہے کہ وحی خاصہ نبی ہے۔

خواب ورؤیا: ایک کیفیت ہے جو کہ انسان پر بالطبع واقع ہوتی ہے۔ جس کو نیند یا نیم خواب کہتے ہیں، اس حالت میں دماغی قوائے متخیلہ، متفرقہ، متوہمہ، متحفظہ اور حس مشترک اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ بظاہر اگرچہ انسان بے حس ہو جاتا ہے یعنی اس کا بدن سو جاتا ہے۔ مگر اس کے دماغ کی سب کلیں چلتی رہتی ہیں اور جس طرح بیداری میں انسان مختلف مقامات جسمانی وروحانی کی سیر کرتا ہے اسی طرح عالم خواب میں بھی بذریعہ دماغی قوا سیر کرتا ہے اور انہیں حواس کے ذریعہ سے مختلف شکلیں اور صورتیں جو اس نے کبھی عالم بیداری میں دیکھی تھیں یا ان کی تعریف کتابوں میں پڑھی یا کانوں سے سنی تھی، دیکھتا ہے اور یہ دیکھنا بذریعہ حواس حقیقی نہیں ہوتا۔ صرف خیالی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان حقیقی چیز کبھی خواب میں نہیں دیکھ سکتا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ خواب میں ہمیشہ وہی صورتیں، شکلیں، واقعات پیش ہونگے جو کہ انسان کسی وقت ان کو سن چکا ہے۔ یا دیکھ چکا ہے یا کتاب میں ان کی تعریف پڑھ چکا ہے۔ اسی کا نام ''**رؤیا**'' بھی ہے یا دوسرے لفظوں میں اس طرح سمجھو کہ حس مشترک پر جو جو اشکال مختلفہ اور صورت جداگانہ مرتسم ہو چکی ہیں، وہی اشکال اور صورتیں خواب میں دکھائی دیتی ہیں اور قوتِ حافظہ جس قدر اُن میں سے یادر کھ سکتی ہے، وہ صبح کو خواب کہلاتے ہیں آگے انسان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق خوابوں کی تعبیر کر لیتا ہے۔ حسِ مشترک پر جو جو خیال مرتسم ہوتے ہیں۔ ضرور دنیاوی حالات اور عملیات سے محدود ہوتی ہیں اور انہیں کے تکرار تصورات اور تخیلات سے خواب بن جاتے ہیں اور انہی سے انسان بطریق فال یا شگون تعبیر کر لیتا ہے اور عقل کے مطابق کسی نہ کسی خواب پر جس کو وہ بوثوق سچا ہونے کا گمان کرتا ہے اور اس پر بھروسہ کر کے سچا خواب کہہ دیتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ توارد خیالات ہوتا ہے جو کہ اتفاق سے ''تطبیق'' کہا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سچا خواب

صرف نیکوکار یا پرہیزگار کو ہی نہیں آتا بلکہ ایک توارد ہے جو کہ اتفاق سے بدکار کو بھی ہوتا ہے۔ بدکار بدکاری کی حالت میں سچا خواب دیکھ لیتا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ بدکار یا نیکوکار کا خواب اس کام کے ہوجانے کا باعث ہے جو خواب میں دکھائی دیا تھا۔ یہ صرف توارد کے طور پر ہوتا ہے اور انسان اپنے خواب کو سچا کرنے کے واسطے الفاظ و معانی خواب کو توڑ مروڑ کر مرادی معنی لیکر مطابق بنالیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے ایک کا مرجانا خواب میں دیکھا اور وہ شخص مر بھی گیا تو اس سے یہ ثابت نہیں کہ اس کی مرگ کا باعث خواب ہے یا خواب دیکھنے والے کی بزرگی اس سے ثابت ہوتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ عالم بیداری میں انسان کی غالب توجہ جس طرف رجوع ہوتی ہے۔ اسی اہم کام کے اسباب کے خواب بھی اس کو نظر آتے ہیں اور بعض ان میں سے بسبب فتور حافظہ یاد نہیں رہتے اور جو یاد رہتے ہیں۔ ان کی تعبیر اگر موافق کی گئی تو وہ سچ ہوا ورنہ جھوٹ اور یہ بھی چیدہ چیدہ ہوتے ہیں۔ ورنہ ہزارہا خواب روزمرّہ دیکھے جاتے ہیں، مگر نہ تو تمام کوئی ظاہر کرسکتا ہے اور نہ تمام خوابوں کی تعبیر سچی ہوسکتی ہے۔ صرف گمان و وہم سے انسان جو کچھ خیال کرلے کرسکتا ہے۔ خوابوں کو ذریعہ بزرگی سمجھنا اور نشانِ ولایت سمجھنا غلطی ہے۔ کیونکہ سچے اور جھوٹے خواب جیسا کہ ایک مسلمان پارسا دیکھتا ہے ویسا ہے۔ ایک لامذہب بُت پرست یہودی وترسا وغیرہ بھی دیکھتے ہیں جیسے انکے خواب سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ ویسا ہر ایک مسلمان بزرگ کے خواب سچے اور جھوٹے ہوتے ہیں تو خواب کو معیار صداقت بنانا کیسی نادانی ہے اور کیسی سخت غلطی ہے۔

چونکہ انسان اپنے مطلب میں محو ہوکر ہر ایک بات سے تفاول کرنے کا عادی ہے اور ہر ایک وقوعہ سے جو پیش آئے یا مہمل حالات یا مبہم الفاظ ہوں۔ اُن سے اپنے مفید مطلب و معنی نکالنا چاہتا ہے۔ اس لئے خوابوں کو ذریعہ حلِ مشکلات سمجھ کر استخارہ یا تفاول

کر کے اپنی تسلی کرتا ہے اور جو خواب اپنے کام کے مؤید پاتا ہے انکو خدا کی طرف سے جانتا ہے اور جو مخالف پاتا ہے انکو وسوسۂ شیطانی جان کر رد کر دیتا ہے۔ مگر واضح رہے کہ بعض وقت وساوس شیطانی بھی اتفاق زمانہ سے سچے ہو جاتے ہیں۔

بعض قومیں خوابوں کے علاوہ جانوروں کی آوازوں سے بھی تفاول کرتے ہیں اور راست پاتے ہیں۔ یعنی جب کسی کام کیواسطے گھر سے نکلتے ہیں تو کوے یا گدھے کی آواز میں سے بعض کو سعد اور بعض کو نحس جانتے ہیں اور وہ اس فال کو بعض وقت راست پاتے ہیں۔ غرض خوابوں پر مائل ہونا عقلمندی اور دینداری کے خلاف ہے۔ کیونکہ خوابوں پر اعتبار کر کے انسان گمراہ ہو جاتا ہے اور خواہ مخواہ اس کو اپنی بزرگی کا گمان ہو جاتا ہے اور یہ ایک شیطان کا حربہ ہے۔ ہلاکت ایمان کے واسطے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی خواب کی دو قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ ایک سچا خواب دوسرا پریشان خواب۔ ویسا ہی بیداری میں جو چیز دیکھی جاتی ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ امر ہے جو محض حقیقی اور نفس الامر میں ہو۔ دوسرا وہ جو محض خیالی ہو اور اسکی کوئی اصلیت نہ ہو ایسے امور شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور وہ کبھی کبھی اس میں بعض سچی باتوں کو بھی ملا دیتا ہے تا کہ اس صورت کا مشاہدہ کرنیوالا راہ حق سے بھٹک جائے۔ اسی واسطے سالک کو مرشد کی ضرورت ہے۔ تا کہ مرشد اس کو راہ راست بتا دے اور مہلکات سے بچائے۔ یہ عبارت "شیخ ابن عربی" کی ہے۔

مرزا صاحب کا بھی اقرار ہے کہ بدکاروں کو بھی کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں۔

(دیکھو توضیح المرام ص ۴)

پس اس سے ثابت ہوا کہ خواب خواہ سچا ہی ہو "معیار صداقت" نہیں ہے۔

اب مرزا صاحب کے خواب اور الہامات کس طرح ان کی بزرگی اور ولایت

اور نبوت پر دلیل ہیں۔ حالانکہ خلاف شریعت ہوں۔ جیسا کہ: تو ابن اللہ ہے۔ تو میرے میں ہے۔ میں تیرے میں ہوں۔ تیرا تخت سب تختوں کے اوپر بچھایا گیا ہے تو خالق زمین و آسمان ہے۔ ناظرین یہ تو صاف وساوس ہیں۔ کیونکہ یہاں حفظ مراتب عبودیت والوہیت نہیں رہا۔

حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر طریقت ہی ایسی خطرناک منزل سے مرید کو نکال سکتا ہے۔ اگر کسی کا مرشد نہ ہو تو وساوس شیطانی اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہی پیر کی بابت "فتوحات" میں لکھتے ہیں کہ ان کو بھی شیطان نے وسوسہ میں ڈالا تھا کہ تو عیسیٰ ہے۔ مگر ان کے مرشد نے ان کو بچالیا۔ اگر مرزا صاحب کا بھی کوئی مرشد یا پیر طریقت ہوتا تو ان کو بھی وہ اس خطرناک منزل سے نکالتا۔ کیونکہ صوفیاء کرام میں نیچے سے اوپر تک جس قدر بزرگ سلسلہ میں ہوتے ہیں۔ سب سے روحانی فیض مرید کو پہنچتا ہے اور ہر ایک سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ سخت مجاہدہ میں تھے اور عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ پیاس سے جاں بلب ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ جنگل میں خوب بارش ہو رہی ہے اور ہوا نہایت سرد چل رہی ہے۔ آواز آئی کہ اے میرے پیارے تو نے حق عبادت ادا کیا۔ میں تجھ پر خوش ہوا اور تیری عبادت قبول کر لی۔ پس اب تو اٹھ اور پانی پی۔ پیر صاحب اٹھے اور پانی پر جا کر پینا چاہتے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ شریعت کی حد نگاہ رکھنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وسوسہ شیطانی ہو۔ پس آپ نے **لاحول** پڑھا تو فوراً وہ طلسم شیطانی ٹوٹ گیا اور دھوپ نکل آئی اور شیطان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ! عبدالقادر تو ہی ایک ہے کہ میرے اس پھندے سے نکل گیا۔ میں ایک لاکھ سے اوپر بزرگوں کی بزرگی اس منزل میں جسمیں اب تو ہے کھوئی

ہے اور اسی جال میں پھنسا کر ہلاک کیا ہے۔ اگر تو حدود شریعت پر نگاہ نہ رکھتا اور پانی پی لیتا تو ہلاک ہوتا۔

ناظرین! ان خوابوں اور الہاموں اور کشفوں پر اعتبار کر کے دین حق کو ہاتھ سے دے دینا کیسی سخت غلطی ہے کہ یقینی امر یعنی شریعت ظاہرہ کو چھوڑ کر ظنی اور وہمی باتوں پر ایمان لانا اور اپنے خوابوں اور خیالات کو وحی اور الہام کا پایہ دینا کیسی گمراہی ہے۔

مرزا صاحب تو مرزا صاحب ان کا ہر ایک مرید بھی ملہم بنا ہوا ہے اور اپنے خوابوں کو ایک دوسرے کو سنا کر اپنی بزرگی کا سکہ دوسروں کے دلوں پر جماتا ہے خواب کیا ہوئے ایک آسمانی سند مل گئی۔ حالانکہ مرزا صاحب خود قائل ہیں کہ ایسے ایسے خواب چوہڑے، چمار، کنجر، ڈوم، شریف، رذیل، کافر، مشرک، غیر مسلم ہر ایک کو ہو سکتے ہیں۔ دیندار اور بے دین دہریہ اور آریہ سب خواب دیکھتے ہیں اور ان میں سے ہماری طرح ان کے بھی سچے اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ جب یہ صورت ہے تو پھر خوابوں کو دلیل بزرگی قرار دینا معقول نہیں۔ چند خوابوں کے اتفاقیہ سچا نکل آنے سے اپنے آپ کو ملہم اور منجانب اللہ سمجھنا اور اپنی ذات کے واسطے حجت قرار دینا اور تبلیغ فرض سمجھنا غلطی ہے۔ کیونکہ تبلیغ خاصہ نبی شرعی کا ہے۔ کیونکہ اسکو وحی خالص منجانب اللہ بلا لوث وسوسہ شیطانی بذریعہ جبرئیل ہوتی ہے اور کلام اللہ ہوتی ہے۔ اسی واسطے اس کی تبلیغ نبی پر فرض ہے اور مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ میں تشریعی نبی نہیں ہوں، پھر تبلیغ کیسی ہے۔

مرزا صاحب کو چونکہ عیسیٰ ہونے کا خیال پیدا ہو گیا اور وہ اس میں ایسے محو ہو گئے کہ بقول۔ ع

چو میزد مبتلا میزد چو خیزد مبتلا خیزد

ایسے تصور عیسیٰ میں سخت مستغرق ہو گئے کہ درو دیوار آسمان و زمین سے اَنْتَ عِیْسٰی اَنْتَ

عیسیٰ کی آواز سنائی دینے لگی اور یہ تمام نقشے ان کے اپنے ہی تصورات وخیالات کے دکھائی دیتے تھے۔ جن کو وہ الہام اور وحی کے نام سے نامزد کرنے لگے اور نوبت بہ اینجا رسید کہ **لحمک لحمی وجسمک جسمی** پکار اٹھے اور قرآن شریف میں بھی قادیان کا لفظ ۱۳ سو سال کے بعد دکھائی دیا اور کان سے سنا گیا، پھر کیا تھا۔ مسیح موعود ہونا دماغ میں ایسا سمایا کہ خیال، وہم، حافظہ، حسِ مشترک، متصرفہ سب کے سب اسی طرف لگ گئے۔ شعر

بسکہ در جان نگارم چشم بیارم توئی ہرچہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

خواب آئیں تو یہی کہ تو مسیح عیسیٰ ابن مریم کا مثیل ہے۔ بیداری میں بھی یہی خیال کہ کسی طرح میں مسیح موعود ثابت ہو جاؤں اور عیسیٰ ابن مریم کی موت قرآن سے ثابت کر دوں تو عیسیٰ ہو سکتا ہوں۔ جب اس درجہ کا استغراق ہو اور بیس برس سے زیادہ عرصہ اسی غرض کے واسطے صرف ہو تو پھر غور کرو کہ کونسی عقلی و نقلی دلیل باقی رہ جائیگی جو مرزا صاحب کو بصورت وحی والہام دکھائی نہ دے۔

ناظرین! یہ ہے راز مرزا صاحب کے الہامات کا اور یہی وجہ ہے کہ بہت الہاموں کا حصہ غلط نکلتا رہا ہے کیونکہ ''دیوانہ بکار خود ہوشیار'' پر مرزا صاحب نے عمل کر کے اپنی خوابوں کی تعبیریں بھی اپنے مفید مطلب کیں اور ان خوابوں کو یقینی سمجھ کر اشتہار دیئے۔ جب وہ خواب والہام جھوٹے نکلے تو پھر ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' پر بھی عمل کر کے ایسی تاویلیں کیں کہ لوگوں میں اپنی ہنسی کرائی۔ مگر وہ اپنے دھن کے ایسے پکے نکلے کہ لوگوں کو دکھا دیا کہ جھوٹی پیشگوئی کو اس طرح رفو کیا کرتے ہیں کہ جائز اور ناجائز سب قلم سے نکالا۔ جب عالموں نے غلطیاں پکڑیں تو علم صرف ونحو سے انکار کر دیا۔ اعجازی شعروں میں غلطیاں پکڑی گئیں تو علم عروض سے بھی انکار کر دیا۔ قرآن کے غلط اور محرف معنی کئے تو کہا ہم تفسیروں کو نہیں مانتے۔

جس طرح چاہا لکھا اور اس کا نام ''الہامی حقائق و معارف'' رکھا۔ اب تو مسیح موعود ہو جانا اور ثابت کر دینا کیا مشکل تھا۔ کیونکہ الفاظ و معانی کی قید نہ تھی۔ دمشق کے معنی قادیان ملک پنجاب عیسیٰ ابن مریم و عیسیٰ نبی اللہ کے معنی مرزا غلام احمد کے کر دیئے۔

الہام بیداری میں ہوتا ہے۔ الہام کے لغوی معنی دردل انداختن یعنی جو نیا خیال دل میں پیدا ہو اس کو الہام کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں سالک کی طبیعت پر بہ سبب صفائی قلب اور توجہ خاص امور غیبیہ کی طرف کرنے سے جو راز منکشف ہو اس کو الہام کہتے ہیں۔ یہ الہام چونکہ ہر ایک شخص کو ہو سکتا ہے حتیٰ کہ مکھی کو بھی اس واسطے دین محمدی ﷺ میں حجت شرعی نہیں ہے۔ یعنی کوئی شخص افراد امت میں سے یہ کہکر مجھ کو اس مسئلہ میں یہ الہام ہوا ہے۔ شرعی حجت قائم نہیں کر سکتا اگر الہام شرعی حجت قرار دیا جاتا تو دین اسلام میں ایسا فتور واقع ہوتا کہ جس کا فرو کرنا ناممکن ہو جاتا۔ کیونکہ ہر ایک شخص یہ کہتا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ سے یہ حکم بذریعہ الہام ہوا ہے۔ چونکہ الہام حالت قلب ملہم کے مطابق ناقص و کامل ضرور ہوتا ہے۔ اس واسطے اگر الہام حجت ہوتا تو ہر ایک مسئلہ میں اختلاف ہوتا۔ ایک کہتا مجھ کو یہ الہام ہوا ہے۔ دوسرا کہتا مجھ کو اس طرح ہوا ہے۔ تیسرا اپنا الہام پیش کر کے دونوں کی تردید کر دیتا۔ لہٰذا شریعت حقہ میں الہام حجت شرعی نہیں ہے اور نہ دلیل قطعی۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب رفع سبابہ کرنے لگے تو عوام نے بہت شور اٹھایا کہ آپ کے پیر تو ایسا نہ کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ میرے مرشد سنت رسول اللہ ﷺ کے بہت حریص و مشتاق تھے چونکہ یہ مسئلہ ان کی زندگی میں نہ معلوم ہوا تھا اس واسطے وہ رفع سبابہ نہ کرتے تھے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ وہ تو اولیاء اللہ تھے اور واصل بحق۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے بذریعہ الہام دریافت کر سکتے تھے تو اس پر حضرت مجدد صاحب نے فرمایا کہ سب کچھ سچ ہے جو آپ لوگ کہتے ہیں مگر کسی بزرگ کا الہام یا تصدیق مسائل

بذریعہ الہام شرعی حجت و دلیل قطعی نہیں ہے۔

عقلاً بھی الہام شرعی حجت قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ الہام ہر ایک طبیعت کے موافق ہوتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ اختلاف ہے۔ کیونکہ طبائع مختلف المزاج ہیں پھر کس کس کا الہام مانا جاتا اور دین میں شامل کر کے اس کو ایک کھیل بنایا جاتا جس وقت کوئی شخص متوجہ علی المقصود ہو کر دل کو خالی از غیر خیالات کر کے منتظر جواب بیٹھے گا تو اندر سے اس کو کچھ نہ کچھ جواب ضرور ملے گا۔ اس کو خواہ وہ طبیعت کا فعل سمجھے یا خدا کی طرف سے الہام نام رکھے، اس کا اختیار ہے۔

کیفیت مزاجیہ سے بھی امور غیبیہ کا انکشاف ہوتا ہے۔ جس وقت سودا یا حرارت یا یبوست کسی مزاج انسانی پر غالب ہوں تو اس وقت بھی کثرت سے خواب آتے ہیں اور جن اشخاص کی غذائیں گرم اور خشک کثرت سے ہوں تو اس وقت خواب پریشان اور بے سرو سامان بہ سبب یبوست دماغ کے آتے ہیں اور بادی چیزیں کھانے سے مہیب شکلیں اور ڈراؤنی صورتیں نظر آتی ہیں۔ مقوی غذائیں استعمال کرنے سے شہوی قوا میں تحریک پیدا ہو کر مختلف دلربا شکلیں اور نکاح خوانیاں اور وصال معشوقاں بلکہ بعض دفعہ احتلام تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور خواب اس کثرت سے آتے ہیں کہ دوسرا شخص اس قدر خواب نہیں دیکھ سکتا اور خواب دیکھنے والا اس حالت میں خوابوں کی بارش اور امور غیبیہ کا انکشاف پاتا ہے کہ اس طوفان بدتمیزی میں اپنے آپ کو برگزیدہ کہتا ہے اور اگر کوئی اتفاق زمانہ سے صادق ہو گیا۔ تو غیب دانی کا دعویٰ کر دیتا ہے اور دوسروں پر اپنا تفوق بتاتا ہے۔

محاکات خیالیہ بھی اظہار امور غیبیہ کا باعث ہوتے ہیں جب کسی شخص پر ایک مرض غالب ہو جائے تو اس کا نفس دوسرے حواسی مشغلوں سے فارغ ہو جاتا۔ اس وقت کی صورتیں اور شکلیں اور تحریریں غیب سے اس میں عکس پذیر ہوتی ہیں اور یہ مثالی ہوتی ہیں نہ

کہ حقیقی اور نفس جس وقت کمزور ہو جاتا ہے تو قوت متخیلہ مشوش ہو جاتی ہے۔ اس وقت مختلف صورتیں حسِ مشترک پر منقش ہو جاتی ہیں اور وہی انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور سنائی جاتی ہیں یا خود سنتا ہے اور انہیں کو مخاطب کر کے باتیں کرتا ہے۔ جس کو مجذوب کی بڑ یا دیوانہ کی بکواس یا مریض کا ہذیان کہتے ہیں۔ مگر انسان اُس بڑ اور بکواس و ہذیان سے بھی تفاول کر کے اپنے مفید مطلب معنی نکال لیتا ہے اور جو اُن میں سے اتفاقیہ درست ہو جاتے ہیں۔ یعنی اس تفاول کرنے والے کا کام ہو جائے تو اس کو بھی کرامت مجذوب یا پیشین گوئی دیوانہ خیال کرتا ہے اور لوگوں میں مشہور کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ غلبۂ وہم یا خوف بھی ظہور امور غیبیہ کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص جنگل اور تاریکی میں اکیلا مہیب شکلیں دیکھتا ہے اور اپنے نام پکارنے والوں کی آوازیں سنتا ہے اور خوف زدہ ہو کر بیہوش ہو جاتا ہے اور اس وقت جن، بھوت، چڑیلیں وغیرہ مہیب شکلیں دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنکر جواب دیتا ہے اور بلا کر کہتا ہے کہ یہ دیکھو وہ آیا، وہ گیا اور ایسا وہم غالب ہوتا ہے کہ اُن مثالی شکلوں کو حقیقی کہتا ہے۔

تمہید سوم

اہلِ اسلام کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول وصعود وحیات وممات جزو ایمان نہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مسیح کے نزول کا ہی قائل نہیں اور اس کو قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا تو وہ مدعی مسیح موعود یعنی مرزا صاحب پر ایمان نہ لائے تو کافر نہیں ہے اور نہ مرزا صاحب کا انکار اس کے اسلامی عقائد میں خلل انداز ہے۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان قرآن اور حدیث پر چلنے کے لئے مامور ہے۔ نہ کسی ملہم کی بیعت کیواسطے۔ پس اگر مرزا صاحب کی بیعت نہ کی جائے تو ہمارا کچھ حرج نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی بیعت کر کے اگر ہم مشرکانہ اعتقاد بنالیں تو ہم کو عذاب آخرت کا خوف ہے۔ پس یہ بعید از عقل ہے کہ ہم ایک وہمی

اور ظنی امور کے پیرو ہو کر یقینی شریعت کو ہاتھ سے دیکر وارث جہنم بنیں اگر مرزا صاحب کی تعلیم ہم کو شرک کے دلدل میں پھنسا دے تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ان کی تعلیم سے نفرت کریں اور اگر ان کا فعل خلاف قرآن وحدیث معلوم کریں تو اُن سے کنارہ کش ہو جائیں۔ خاص کر جبکہ مرزا صاحب خود فرمائیں کہ مجھ پر ایمان لانا۔ یعنی نزول ماننا جزو ایمان نہیں کہکر خدا تعالیٰ کے سامنے آخرت کے مواخذہ سے بری ہونا چاہیں تو بہ!...... مسلمانوں کی کیوں عقل ماری ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے لگ جائیں جو کہ خود بھی مطمئن نہیں ہے اور ہر ایک اپنی تصنیف میں حیات و ممات مسیح کا قصہ بار بار تکرار کر رہا ہے جو کہ صاف دلیل اس بات کی ہے کہ وہ خود اس کو امر فیصل شدہ نہیں سمجھتے اور علمائے اسلام کے سامنے مماتِ مسیح ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر وہ صرف ونحو سے انکار نہ کرتے تو ان کے خود تراشیدہ معانی آیات قرآنی صحیح مانے جاتے مگر انہوں نے بلاقید صرف ونحو وسباق وسیاق قرآنی بہ تصرف الفاظ یعنی بعض جگہ اپنے پاس سے تقدیم وتاخیر الفاظ قرآنی کر کے اپنے مفید مطلب معنی کر لئے مگر پھر بھی تسلی نہ ہوئی اور صاف صاف لکھدیا کہ مسیح کا نزول جزو ایمان نہیں اور نہ رکن دین۔

دیکھو!...... ''ازالہ اوہام'' ص ۱۴۷۔ اگر مسیح کے اترنے سے انکار کیا جائے تو یہ امر مستوجب کفر نہیں۔ اب تو صاف ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ مانے تو وہ مسلمان ہے تو پھر احمدی جماعت اپنے آپکو الگ کر کے باعث ضعف جمعیت اہل اسلام کیوں ہو رہی ہے؟

دیکھو!...... ''ازالہ اوہام'' ص ۱۴۰۔ یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے۔ جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی

تعلق نہیں۔

ناظرین! غور فرمائیں اگر یہ سچ ہے تو پھر مرزا صاحب نے اپنی جماعت الگ کر کے اسلام کو فرقہ فرقہ کیوں کیا اور قرآن مجید کی تعلیم کے برخلاف کیوں گئے۔ قرآن میں تو فرقہ فرقہ ہونے کی ممانعت ہے۔ وہاں تو اکٹھی ہو کر یعنی مجموعی حالت میں اللہ ہی کی رسّی کو پکڑنے کا حکم ہے۔

دیکھو!...... "ازالہ اوہام" ص ۲۹۶۔ جو آیات انسانی عقل کے برخلاف معلوم ہوں۔ یعنی متشابہات، اُن پر ایمان لانا چاہئے اور ان کی حقیقت کو حوالہ بخدا کر دینا چاہئے۔ جیسا کہ قرآن مجید کا حکم ہے۔

ناظرین! بقول بالا مرزا صاحب، اب تو کوئی جھگڑا ہی نہیں رہا۔ بشرطیکہ مرزا صاحب کا عمل بھی ہو کیونکہ جو جو آیات قرآنی انسانی عقل کے برخلاف معلوم ہوں۔ اُن پر ایمان لائیں اور ان کی حقیقت حوالہ بخدا کریں پس یہ فیصلہ انکا اپنا کیا ہوا عمل کا محتاج ہے۔ حضرت مسیح کی رفع الی کی آیات پر ایمان لائیں اور تمام اعتراضات محال عقلی کے کہ جسدِ عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا اور نہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ نزول جسد کر سکتا ہے۔ جن سے آپ کی تمام تصانیف مملو ہیں اور بنائے قیام وعلیحدگی جماعت ہے اور وجہ تکفیر علماء اسلام ہے۔ حوالہ بخدا کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کے گلے مل جائیں اور شیرازہ اسلام کی تقویت کا باعث ہو کر عند اللہ ماجور ہوئیں۔ کیونکہ ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام پر چاروں طرف سے ادبار کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ اتفاق اور یکجہتی اور ہم آہنگی کی اشد ضرورت ہے۔ اگر اب بھی احمدی جماعت میری اس درخواست کو جو کہ ان کے پیر یعنی مرزا صاحب کے اقوال کے مطابق ہی عمل نہ کر کے اتفاق نہ کریں گے تو قیامت کے روز مواخذہ الٰہی میں آئیں گے۔ ہم صدق دل سے کہتے ہیں کہ ہم کو نہایت رنج اور درد ہے کہ ہمارے بھائی ہم سے ایک

ناچیز اختلاف کے واسطے الگ ہو رہے ہیں۔

فصل اول

مرزا صاحب کی تعلیم وجود باری تعالیٰ کے بیان میں

''کتاب البریہ''، صفحہ ۷۹۔ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جسمیں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا **اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ** پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ (...الخ)

''توضیح المرام''، ص ۲۰۱۔ ہم دونوں (یعنی مسیح اور مرزا صاحب) کے روحانی قوانین ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے جس کے سلسلے ایک نیچے کو اور ایک اوپر کی طرف کو جاتے ہیں اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر نر مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الٰہی کے چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ اس کا نام پاک تثلیث ہے اس لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن اللہ کے ہے۔ ''ازالہ اوہام''، ص ۳۰۷۔ مسیح اور اس عاجز یعنی مرزا صاحب کا مقام ایسا ہے۔ جس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

''توضیح المرام''، ص ۴۸ وحاشیہ۔ اس جگہ خدا تعالیٰ کے آنے سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ درحقیقت آنجناب کا دنیا میں تشریف لانا خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے۔ مرزا صاحب کا شعر۔

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم　　آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

یہ مضمون دیگر شعراء یا چند صوفی خیال اشخاص نے باندھا ہے۔ لیکن چونکہ وہ مدعی تبلیغ و امامت نہ تھے اس لیئے ان کا ایسا مضمون باندھنا عقائد اسلام میں خلل انداز نہ تھا۔

مگر ناظرین غور فرمائیں کہ مرزا صاحب کا ایسا مضمون مختلف قسم کا بحیثیت مجدد دو دعویٰ تجدید دین کے کس طرح باعث قطعی خلاف شریعت ہونے کے قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔

دوم:۔ ان لوگوں نے حالت سکر میں ایسے ایسے کلمات یا اشعار منہ سے نکالے ہیں جو کہ قابلِ اعتماد نہیں۔ نہ لوگوں پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ نہ عوام کیواسطے سند ہے مگر امام وقت ہونے کا مدعی ایسا قول خلاف شرع نہیں کہہ سکتا۔ جیسا کہ بلہے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ شعر

میم محمد سی چادر پہنکر احمد بنکر آیا اے　　یا شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

مگر علمائے امت میں سے مرزا صاحب کے سوا اور کسی عالم نے ایسے کلمات نہیں کہے اس لئے مرزا صاحب بحیثیت عالم و سالک ہونے کے جوابدہ ہونگے اور ان کی پیروی باعث کفر و شرک ہے اور حدیث **لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسٰی ابن مریم** یعنی مجھ کو قوم نصاریٰ کی مانند خدا کا بیٹا نہ بنانا۔

آپ کا عمل اس صحیح حدیث کے برخلاف ہے اور ان پر دعویٰ مجدد ہونے کا۔ یعنی دین میں جو امور بدعی ملاوٹ پا گئے ہیں۔ انکے دور کرنے کے واسطے آپ تشریف لائے ہیں۔ مگر تعلیم یہ ہے کہ نصاریٰ نے تو اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہا مگر مجدد اس کا ظہور خدا کا ظہور بتاتا ہے۔ یعنی پیغمبر ﷺ کو خدا کہتا ہے اور کیوں نہ ہو خود بھی خالق ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

"توضیح المرام"، ص ۵۰: جب کوئی شخص زمانہ میں اعتدال روحانی حاصل کر لیتا ہے اور خدا کی روح اُس کے اندر آباد ہوتی ہے۔ یعنی اپنے نفس سے خالی ہو کر بقاباللہ کا درجہ حاصل

کرتا ہے۔

ناظرین ! جب خداتعالیٰ کی روح انسان میں آباد ہوتی ہے تو انسانی روح کہاں جاتی ہے یا تو خدا کی روح میں جذب ہو جاتی ہے اور خدا ہی انسان میں رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں انسانی حوائج کھانا، پینا، سونا، جماع وغیرہ کون کرتا ہوگا۔

"توضیح المرام"، ص ۷۴،۷۵: جمیع اجزا اس علت العلل کے کاموں اور ارادوں کے انجام دینے کے لئے سچ مچ اعضا کی طرح واقع ہے جو خود بخود قائم نہیں بلکہ ہر وقت اس روح اعظم سے قوت پاتا ہے۔ جیسے جسم کو تمام قوتیں جان کی طفیل سے ہوتی ہیں۔ جب قیوم عالم کوئی حرکت کلی و جزئی پیدا کریگا تو اسکی حرکت کے ساتھ اسکے اعضاء میں بھی حرکت ہونا ایک لازمی امر ہوگا۔ اور وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضاء کے ذریعہ سے ظہور میں لائیگا نہ کسی طرح سے۔

ناظرین! خدا کی جزوکل اعضاء توجہ کے لائق ہیں۔ خدائی مشین کے پُرزے بھی ملاحظہ ہوں۔

کیا اہل اسلام کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ذات باری تعالیٰ بے چون و بے چگون ہے اور تشبیہ اور تنزیہ سے پاک ہے اس کی ذات پاک کو کسی محسوس وجود سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ﴿هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کا اعتقاد رکھنے والے خداتعالیٰ کی جزوکل جسم وروح وغیرہ اعضاء مان سکتے ہیں؟ اور کیا یہ تعلیم قرآن اور حدیث کے موافق ہے اور معلم اس تعلیم کا مجدد دین مانا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

"حقیقۃ الوحی"، صفحہ ۲۵۔ پس روحانی طور پر انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خداتعالیٰ کی تصویر اس میں کھینچ جائے۔

"توضیح المرام"، ص ۷۹۔ دوسرے لفظوں میں جبرائیل کے نام سے موسوم

کیا جاتا ہے جو بہ طبیعت حرکت اس وجودِ اعظم کے سچ مچ ایک عضو کی طرح بلاتوقف حرکت میں آجاتا ہے۔ یعنی جب خداتعالیٰ محبت کرنے والے دل کی طرف محبت کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا، جس کا ابھی بیان ہو چکا ہے۔ جبرائیل کو بھی، جو سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور کی طرح خدا سے نسبت رکھتا ہے اس طرف ساتھ ہی حرکت کرنی پڑتی ہے۔ یا یوں کہو کہ خدا کی جنبش کے ساتھ ہی وہ بھی بلا اختیار و بلا ارادہ اسی طرح جنبش میں آتا ہے۔ اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے محب صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے۔

ناظرین! خداتعالیٰ کی عکسی تصویر محب کے دل پر سوائے مرزا صاحب کے ۱۳ سو برس تک کسی نے کبھی نہ کھینچی تھی۔ کاش مرزا صاحب بجائے اپنی عکسی تصویر کے خداتعالیٰ کی عکسی تصویر جو انکے دل پر کھچی ہوئی تھی عوام میں تقسیم فرماتے تا کہ لوگ خداتعالیٰ کی زیارت کر لیتے جو ابتدائے آفرینش سے کسی نے نہ کی تھی۔ سبحان اللہ! خداتعالیٰ کی ذات پاک بقول شیخ سعدی۔ شعر

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم　　　واز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر　　　ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

کی عکسی تصویر کھینچی جاتی ہے اور امام وقت اور مجدد دین کا مدعی ہو کر توحید ذات باری کی بنیاد جو کہ اصل اسلام ہے۔ متزلزل کر کے مریدوں کا ایمان تازہ کرتا ہے۔ یہ تعلیم نہ صرف مشرکانہ ہے بلکہ اسقدر پایۂ عقل سے گری ہوئی ہے کہ موجودہ زمانہ کا کم عقل آدمی بھی جانتا ہے کہ تصویر خواہ عکسی ہو یا دستی وجود خارجی کی ہوا کرتی ہے۔ معہود ذہنی و خیالی حسی وجود کی تصویر ناممکن ہے۔ یعنی جو کچھ کہ خیال یا وہم میں آئے۔ خداتعالیٰ کی ذات اس سے پاک

ہے۔تو بتاؤ تصویر کسی وجود کی کھینچی جاسکتی ہے۔جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات تشبیہ سے پاک ہے تو پھر شبیہ ذات باری کا اعتقاد محال عقلی اور شرک اور کفر ہوا یا اسلام؟

حضرت جبرائیل کو خدا کی سانس اور آنکھ کا نور بتانا مرزا صاحب کا ہی کام ہے اور اس پر اعتقاد رکھنا اور ایمان لانا احمدی جماعت کا اسلام ہے۔

قرآن وحدیث واجماع امت کا اعتقاد تو اس پر ہے کہ حضرت جبرائیل ایک مقرب ملائکہ میں سے ہے جن کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی جاتی تھی۔مگر مرزا صاحب کا اعتقاد اس کے برعکس ہے۔

"حقیقۃ الوحی"،ص۸۶۔ **اَنْتَ مِنِّی بمنزلة الولدی** یعنی "تو میرے سے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے"۔

ناظرین! خدا تعالیٰ کی ذات پاک کو باپ اور ناچیز انسان کو اس کا بیٹا سمجھنا کس قدر دلیری اور گمراہی ہے۔اور تعلیم قرآنی ﴿**لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ**﴾ کے خلاف ہے۔اور یہی حقائق ومعارف ہیں جن کے دلدادہ احمدی جماعت کو اشخاص مرزا صاحب کی دلیل من جانب اللہ ہونے کی پیش کرتے ہیں۔اور اسی شرک بھری تعلیم پر مرزا صاحب مجدّدِ دین محمدی ﷺ کے دعویدار ہیں۔ ع

ایں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

اگر نصاریٰ اپنے کامل نبی کو بطریق تعظیم خدا کا بیٹا کہیں تو کافر،اور مرزا صاحب باوجود امتی ہونے کے اور ناقص نبی کے دعویدار ہونے کے اپنے باپ کو خدا کا بیٹا کہیں تو مسلمان۔بلکہ نبی مجدد ومہدی وغیرہ وغیرہ کونسا انصاف ہے۔ بیت

ہم جو چپ ہوں تو بنیں سودائی   شیخ چپ ہوں تو تو کل ٹھہرے

مرزا صاحب خدا کو صاحب اولاد سمجھیں تو مسلمان اور اگر یہود ونصاریٰ یہ اعتقاد

کریں تو کافر۔ اس عدالت کی کرسی پر صرف مرزا صاحب ہی بیٹھ کر حکم فرما سکتے ہیں اور اگر جھوٹ اور سچ میں کوئی تمیز کرنیوالا دنیا میں نہ رہے تو مرزا صاحب کا فیصلہ حق بجانب ہو سکتا ہے ورنہ باطل۔

مرزا صاحب کے اس وحی الہام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اصلی بیٹا ہوتا ہے جسکے بمنزلہ مرزا صاحب کو فرمایا گیا۔ کیونکہ جو بناوٹی بیٹا ہوتا ہے اس کا مصنوعی باپ اس کو متبنّٰی یا بمنزلہ فرزند کہتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کا اصلی فرزند بھی ہوتا ہے۔ **نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا**

ناظرین! مذہب اسلام کو دوسرے دنیا بھر کے مذاہب پر یہی فضیلت تھی کہ اس کی تعلیم پاک نے مقام عبودیت اور الوہیت کو ایسا الگ الگ رکھا ہوا ہے کہ شرک کی بو تک نہیں اور نہ کسی وجود کو ذات پاک خدا تعالیٰ میں از روئے صفائے و ذات شرکت دی اور نہ کسی قسم کے شک و شبہ والی تعلیم دی۔ بلکہ تمام دنیا پر توحید پھیلائی۔ مگر مرزا صاحب ۱۳ سو برس کے بعد برعکس تعلیم دیتے ہیں کہ "مجھ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانو" اور لطف یہ ہے کہ جب علماء اسلام نے ایسے ایسے کفر کے کلمات اور شرکت بھرے الفاظ پر مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا اور مرزا صاحب اور اُن کے مرید بجائے اس کے کہ وجہ تکفیر اپنے میں سے دور کر کے رجوع اسلام کی طرف کرتے، تمام اہل اسلام کو کافر کہنے لگے۔ اور بجائے اسکے کہ خود توبہ کریں جو مرزا صاحب کو نبی نہ مانے اس کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ان کا حال اس شخص کی مانند ہے جو کسی بیوقوفی کی پاداش میں ایک اہل تہذیب کے جلسہ سے خارج کیا گیا ہو مگر وہ متکبر اور بے سمجھ لوگوں میں مشہور کرے میں نے جلسہ کو خارج کر دیا۔ یہی مثال احمدی جماعت کی ہے کہ مسلمانوں نے ہم کو کافر کہا ہے۔ وہ خود کافر ہیں۔ اور جو اعتراض شرعی وجہ تکفیر ہے ان کا جواب ندارد۔ مسلمان وہ ہے جو قرآن و حدیث پہ چلے۔ پس جس کی تعلیم اس معیار یعنی قرآن اور حدیث

کے برخلاف ہوگی، وہ کافر ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کیا حاصل۔ دلیل شرعی پیش کریں کہ انسان کو ابن اللہ مان سکتے ہیں؟ کیا اس روشنی کے زمانہ میں ایسے امام ہو سکتے ہیں کہ جن کی تعلیم زمانہ کی نبض شناس نہیں؟ اور خلاف شرع باتیں اور دقیانوسی خیالات ظاہر کر کے تضحیک اسلام کا باعث ہوں۔ بلکہ ایسے وقت میں ایسا امام ہمام ہونا چاہئے تھا جو کھرے کھوٹے میں تمیز کر کے اُن اُن مسائل پر جن پر نئی روشنی کے آدمی معترض ہو رہے ہیں اور موجودہ زمانہ کے تعلیم یافتہ ان سے انکار کر رہے ہیں۔ اپنے زورِ قلم اور علم سے روشنی ڈالتا اور دلائل قاطع سے ثابت کرتا کہ تعلیم عقائدِ اسلام و تعلیم قرآن شرک کفر سے پاک ہے نہ کہ خالص توحید ذات باری کو شرک کی نجاست سے آلودہ کرتا۔

بھلا غور فرمائیں کہ ایسا شخص امام وقت مانا جا سکتا ہے جو اپنی ہر ایک تصنیف میں سوا خود ستائی اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بجائے توحید کے شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور خدا کا ظہور کہتا ہے۔ کہیں احمد بلا میم کہہ رہا ہے۔ کہیں خود ابن اللہ بن بیٹھا ہے۔ کہیں پاک تثلیث کی تعلیم دیتا ہے۔

واضح ہو کہ تثلیث کفر ہے۔ یعنی تین وجود ملکر ایک وجود ہوں جیسا باپ، بیٹا، روح القدس تینوں ملکر خدا ہیں نصاریٰ کے نزدیک۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی تثلیث کے قائل ہیں۔ یعنی اپنی محبت۔ مسیح کی محبت اور روح القدس پاک کو تثلیث فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ فلسفیانہ زمانے کے مجدد کی عقل ہے کہ تثلیث اور پاک اجتماع نقیضین۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ کبھی پاک تثلیث، پاک کفر، پاک گناہ، پاک جھوٹ، پاک زنا، ہو سکتا ہے۔ یعنی ہر ایک کفر کی ایک پاک قسم ہے اور ایک پلید۔ مرزا صاحب خود بھی کبھی کبھی پاک جھوٹ بولتے ہوں گے، پاک گناہ کرتے ہوں گے، پاک کفر کرتے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ شعر

گر ہمیں مکتب است ایں مُلّا — کارِ طفلاں تمام خواہد کرد

انصاف فرمائیں کہ ایسی تعلیم کا منبع ،الہام الٰہی ہے یا وساوس شیطانی کہ ناچیز انسان کو خدائی میں شامل کیا اور وجود باری کو تیسرا جز و خدا کا سمجھا جائے یا خدا کو باپ اور انسان کو اس کا بیٹا۔ کیا ایسی روشنی اور ترقی کے زمانہ میں ایسی مہمل تعلیم کی ضرورت ہے اور ایسے پیر کو جس کی یہ تعلیم خلافِ توحید ہو، مان سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں، بھلا تثلیث، اور پھر پاک؟

باب دوم در بیان
تعلیم مرزا صاحب دراعتقاد نبوت

دیکھو!...... ''دافع البلاء''، صفحہ ۱۱۔ سچا خدا ہے جس نے **قادیان** میں اپنا رسول بھیجا۔

دیکھو!..... ''دافع البلاء''، صفحہ ۸۔ خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑ دے۔

دیکھو!..... ''دافع البلاء''، صفحہ ۹۔ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جبکہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے۔

ناظرین! حسب ارادۂ الٰہی ہندوستان کے تمام حصوں میں یکے بعد دیگرے طاعون پڑی اور قادیان بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ حالانکہ خدا کا فرستادہ ان میں تھا۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ طاعون سزا یا عتاب کی وجہ سے نہ تھی اگر قادن میں نہ آتی تو مانا جاتا۔ کاری زمین میں جراثیم طاعون قدرتاً کم ہوتے ہیں چنانچہ ملتان ،منٹگمری ،مظفرگڑھ وغیرہ اضلاع کئی سال تک محفوظ رہے۔ قادیان بھی محفوظ رہا تب مرزا صاحب کا الہام تھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئیگی۔ جب قادیان میں طاعون پڑی تو پھر الہام کو تاویلات سے مرمت کیا۔ مگر آخرکار قادیان میں طاعون پڑی اور دوسرے شہروں کی طرح حسب معمول جن کی قضا تھی ان کو ہلاک کر کے فرو بھی ہوگئی۔ شرط غلط نکلی کہ جب تک خدا کے فرستادہ کو نہ مانیں گے

طاعون فرو نہ ہوگی، پوری نہ ہوئی۔ اور یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی کیونکہ قادیان میں بدستور مخالفین کا زور رہا اور طاعون بھی فرو ہوگئی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خدا کا حکم نہ تھا۔

دیکھو!...... ''دافع البلا'' صفحہ ۱۳ انمبر۔ ''سوا اس مسیح کے کوئی شفیع نہیں''۔

ناظرین! یہ بھی غلط ہے اپنے آپکو خدا کا بیٹا کہلانا اور شرک بھری تعلیم دے کر شفیع ہونے کا دعویٰ بھی بلا دلیل ہے۔ **دوم**: طاعون بھی بلا شفاعت فرو ہوگئی۔ یعنی لوگوں نے مرزا صاحب کو قبول نہ کیا اور طاعون فرو ہوگئی اور خدا نے بھی بلا شفاعتِ مرزا صاحب طاعون کو فرو کر دیا۔

دیکھو!...... ''توضیح المرام'' صفحہ ۱۸، ۱۹۔ اگر یہ عذر پیش کریں کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی ہے اُس پر مُہر لگ چکی ہے پس میں کہتا ہوں کہ نہ **من کل الوجوہ** باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔

ناظرین! مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ باب نبوت **من کل الوجوہ** بند نہیں۔ جزئی طور پر کھلا ہے۔ کس سند شرعی سے ہے؟ قرآن مجید تو خاتم النّبیین فرماتا ہے جسکے معنی اگر مُہر کے بھی کئے جائیں تب بھی بند ہو جانے کے ہیں۔ جیسا کہ محاورہ ہے کہ لفافہ کو مہر کر دو۔ خریطہ کو مُہر کر دو جس کے معنی بند ہونے کے ہیں۔ یعنی ایسا بند ہونا مراد ہے کہ غیر کھول نہ سکے۔ بعض احمدی بھائی کہتے ہیں کہ مُہر سے مراد وہ مہر ہے جو فرمان شاہی پر یا عدالت کے کاغذ پر لگتی ہے۔ اگر یہ بھی مانا جائے تب بھی اس کے معنی بند کے ہیں یعنی مہر کے بعد کوئی مضمون اور درج نہیں ہوسکتا۔ مہر اس واسطے لگاتے ہیں۔ تاکہ مہر کے بعد وثیقہ یا اسٹامپ وغیر مسندی کاغذات کا مضمون بند ہو جائے۔ پس خاتم النّبیین کے معنی بند کرنے والا نبیوں کا ہوا۔ چاہے بذریعہ مہر نبوت ہو یا ختم کرنیوالا ہو۔ دونوں قرائن کے معنی بند کے نکلتے ہیں۔

کسی آیت قرآنی میں نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوگا صرف مرزا صاحب کا بلادلیل فرمانا کہ "میں کہتا ہوں بالکل بند نہیں ہوا جزوی نبوت کا دروازہ کھلا ہے"۔ کوئی سند قرآنی نہیں ہے اور نہ کوئی تسلیم کرسکتا ہے۔

کہاں خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **من کل الوجوہ** باب نبوت بند نہیں ہے۔ معمولی عقل کا آدمی بھی جانتا ہے کہ مہر سے بند کرنا **من کل الوجوہ** ہوا کرتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کچھ حصہ پر مہر لگ جائے اور کچھ حصہ بلا مہر رہ کر غیر کے دخل کے واسطے باقی چھوڑا جائے بلکہ ایسے بند کرنے کو بند کرنا نہیں کہتے۔ اگر دروازہ بند کرنا مقصود ہے تو دونوں دروازہ بند کر کے قفل لگاتے ہیں۔ اگر جزوی دروازہ بند ہو تو وہ بند نہیں ہے اور مہر لگانے سے بھی کلی بند ہونا مقصود ہوتا ہے نہ کہ جزوی۔ قرآن مجید میں ختم کے معنی کلی بند کے ہیں۔ جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے ﴿خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ﴾ جس کے معنی قلوب کا کلی طور پر بند ہو جانا مراد ہے کیونکہ ﴿وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ سے ثابت ہے کیونکہ اگر خَتَمَ سے قلوب کفار کلی طور سے بند نہ ہوتے تو عذاب کی وعید مذکور نہ ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ معنی مہر کے بھی کریں تو تب بھی کلی بندش کے ہیں۔

دوم:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ﴾ یعنی خداتعالیٰ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو۔ اگر بالکل دروزاہ مسدود نہ ہوتا تو بجائے رَسُوْل واحد کے رُسُل جمع کا لفظ ہوتا۔

سوم:۔ اگر کوئی نبی ظلی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آنا ہوتا تو قرآن مجید میں ضرور کسی آیت میں مذکور ہوتا۔

یہ عقل بھی قبول نہیں کرتی کہ کامل نبی کے بعد ناقص نبی آئے۔ بلکہ ناقص کے بعد کامل کا آنا معقول ہے کیونکہ ناقص کی تکمیل کامل کرتا ہے۔ ناقص نبی کامل نبی کی تکمیل ہرگز

نہیں کر سکتا ہے۔ کامل نبی کی کامل تعلیم چھوڑ کر ناقص نبی کی ناقص تعلیم کون قبول کر سکتا ہے۔

چہارم:۔ اگر ناقص نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو ۱۳سو برس میں کون کون ناقص نبی ہوا اور کس کس نے دعویٰ کیا! چونکہ کسی نے نہیں کیا اس واسطے ثابت ہے کہ نبوت کا دروازہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بند ہے۔

پنجم:۔ ﴿اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾ سے صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی قسم کے نبی کی ضرورت نہیں اور قرآن مجید کامل تعلیم ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے کافی ہے۔

ششم:۔ جب حضرت جبریل کا زمین پر آنا ہی بعد رسول مقبول ﷺ کے بند ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "مکاشفۃ القلوب" میں تحریر فرماتے ہیں۔ دیکھو باب (۱۱۱) جس کا ذکر تمہید میں کیا گیا ہے، دوبارہ ضرورت نہیں۔ اس جگہ یہ اعتراض کہ خدا گونگا ہو جاتا ہے کہ کبھی بولتا ہے اور کبھی نہیں بولتا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام حکمت سے خالی نہیں۔ ع

بوقت گفتن گفتن و بوقت خاموشی خاموشی

حکمت ہے اور سنت اللہ یہی ہے۔ مرزا صاحب خود قائل ہیں کہ خدا تعالیٰ بعد ہم کلامی عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہم کلام ہوا۔

دیکھو!......"حقیقۃ الوحی"، صفحہ ۶۰۔ خدا کی ہم کلامی پر مہر لگ گئی ہے اور آسمانی نشانوں کا خاتمہ ہو گیا ہے پھر تازہ معرفت کس ذریعہ سے حاصل ہو۔ یہ دلیل کہ بہ سبب پیروی محمد رسول اللہ ﷺ امت مرحومہ سے ظلی نبی ہو سکتا ہے۔ غلط ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ بلا سند شرعی ہے۔

دوم:۔ پیروی ہر ایک مسلمان، محمد رسول اللہ ﷺ کی کرتا رہا ہے، کرتا ہے، کرتا رہے گا اور

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بہتر و بڑھ کر کسی نے پیروی نہیں کی، وہ نبی نہ ہوئے، جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: **اَلاَ وَاِنِّیْ لَسْتُ نَبِیًّا وَ لاَ یُوْحٰی اِلَیَّ** اور حدیث شریف میں ہے کہ "اگر کوئی نبی میرے بعد ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا"۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا، تو مرزا صاحب جنہوں نے پیروی بھی پوری نہیں کی نہ کسی جنگ میں حضرت کے شریک ہوئے نہ ان کی فرمانبرداری کا امتحان ہوا۔ ترک فریضہ کیا۔ یعنی حج کو نہ گئے۔ مدینہ منورہ سے محروم رہے۔ صرف قلم کے زور سے کس طرح نبی تسلیم ہو سکتے ہیں؟ جزوی اشتراک سے کلی اشتراک نہیں ہو سکتا۔ کرم شب تاب آفتاب نہیں ہو سکتا۔ کیا کبوتر شاہ باز نہیں ہو سکتا اگرچہ اشتراک چنگل اور پروں کا رکھتا ہے۔ حافظ شیرازی نے خوب کہا ہے۔ شعر

نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت دلبری داند　　نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

لومڑی کبھی شیر نہیں ہو سکتی۔ نہ چڑی باز۔ اگرچہ چونچ اور پنجوں میں اشتراک رکھتے ہیں۔ پس مرزا صاحب بھی چند سچے جھوٹے خوابوں اور الہاموں سے نبی نہیں ہو سکتے، اپنے منہ سے جو چاہیں بنیں۔

دعویٰ　چیزے　دیگر　ست　ثبوت　چیزے　دیگر

ھفتم:۔ حدیث شریف میں حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ "ہونگے میری امت میں سے جھوٹے تیس (۳۰) کہ گمان کریں گے کہ وہ نبی خدا کے ہیں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ ایک جماعت امت میری میں سے ثابت رہے گی حق پر" الخ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی نے۔ تمام حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

ناظرین! اس حدیث سے تین امور کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کی ذات نے خود کر دیا ہے۔

اوّل:۔ خاتم النبیین کے معنی نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ صحیح ہیں اور مہر کے معنی نیم کشادہ

دروازہ۔ سمجھنا غلطی ہے زبان عربی رسول اللہ ﷺ کی مادری زبان ہے اور جو معنی حضور نے خود حدیث میں کر دیئے وہی درست ہیں۔ مرزا صاحب خواہ کتنا ہی زور لگائیں۔ اہل زبان نہیں ہو سکتے اور نہ رسول اللہ ﷺ کے معنی غلط ہو سکتے ہیں۔ ان کے مرید اگر ان کو رسول اللہ ﷺ پر ترجیح دیں تو ان کا اختیار ہے۔

دوم:۔ نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ناقص نبی کا ہونا من گھڑت کہانی ہے ورنہ ہوتا کہ نہیں کوئی تشریعی نبی بعد میرے۔ پس ثابت ہوا کہ کسی قسم کا نبی رسول اللہ ﷺ کے بعد نہیں ہوگا۔ نبوت کی دو قسم مرزا صاحب کی اپنی ایجاد ہے ورنہ کوئی سند پیش کریں۔

سوم:۔ جو ان جھوٹے تیس (۳۰) مدعیان نبوت کو نہ مانے گا وہی حق پر ہوگا۔ جس سے ظاہر ہے کہ جو جماعت مرزا صاحب کو نہ مانے گی۔ وہی حق پر قائم رہے گی اور جو مرزا صاحب کا دعوۂ نبوت مان کر **شرک باالنبوۃ** کرے گا حق پر نہ ہوگا۔ اب بھی اگر احمدی جماعت نہ مانے تو اس کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے کہ باوجود آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے مرزا صاحب کے قول کو بلا سند مانتے ہیں۔ گویا خدا اور رسول سے تمسخر کرتے ہیں کہ ایک امتی کے قول کو خدا اور رسول کی کلام پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ صریح کفر ہے۔

دیکھو!...... ''توضیح المرام''، صفحہ ۷۱۔ ولی پر بھی جبرائیل ہی تاثیر وحی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے دل پر بھی وہی جبرائیل تاثیر وحی کی ڈالتا۔

ناظرین! اس تعلیم سے نبی اور ولی میں کچھ فرق نہیں حالانکہ ولی پر وحی کا بذریعہ حضرت جبرائیل نازل ہونا خلاف نص ہے۔ بموجب ﴿**نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ**﴾ یعنی اتارا اس کو روح الامین نے تیرے دل پر۔ جس سے ثابت ہے کہ وحی بذریعہ جبرائیل خاصہ نبی ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۶۲۔ ''میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسول اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی''۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۷۲۔ ''میرے قرب میں میرے رسول کسی دشمن سے ڈرا نہیں کرتے''۔

ناظرین! اس سے صاف عذر پر رسول ہونے کا دعویٰ ہے جسمیں کسی طرح کا شک نہیں رہتا اور ان کا یہ قول "من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب" اس کا متعارض ہے۔مگر "دعویٰ چیزے دیگراست وعمل چیزے دیگر" الہاموں پر یقین تو اسقدر کہ قسموں سے تمام تصانیف پُر ہیں کہ مجھ کو اپنے الہامات پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ **لا الٰہ الا اللّٰہ** پر۔مگر عمل یہ ہے کہ خدا تو کہتا ہے کہ ڈرمت اور آپ قادیان سے اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے ڈر کر قدم باہر نہیں رکھتے تھے۔ پنڈت اندرمن و پیر مہر علی شاہ صاحب مناظرہ کے واسطے لاہور آئے اور مرزا صاحب کا انتظار کر کے بغیر مناظرہ کے واپس چلے گئے۔ باوجود یکہ مرزا صاحب کے مریدوں نے ان کو بہت تشریف لانے کے واسطے تاکید کی۔مگر مرزا صاحب تشریف نہ لائے۔ دہلی کے مباحثہ میں ایک انگریز کی ذمہ داری لے کر جلسہ میں بصد مجبوری گئے اور مناظرہ ادھورہ چھوڑ کر قادیان تشریف لے گئے جب ملہم خود اپنے الہام پر ایسا عمل کرتا ہے تو پھر دوسروں کا کیا ٹھکانا ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۷۹۔ ''اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو''۔

ناظرین! یہ **شرک بالنّبوۃ** ہے کیونکہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی شان میں اتری تھی۔ جب مرزا صاحب کوئی اپنی شریعت الگ نہیں لائے تو پھر انکی پیروی کا خدا کس طرح حکم

دے سکتا ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۸۸۔ ''اس ابراہیم کے مقام سے عبادت کی جگہ بنا۔ اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے''۔

ناظرین! یہ شرک بالملک ہے۔ اور اسی واسطے مرزا صاحب حج کو تشریف نہیں لے گئے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۹۷۔ ''دنیا میں کئی تخت اترے پر میرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا ہے''۔

ناظرین! یہ شرک بالنبوۃ ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۹۹۔ ''اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا''۔

ناظرین! یہ بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہے اور اب مرزا صاحب اپنی طرف منسوب کر کے **شرک بالنبوۃ** کرتے ہیں۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۱۵۷۔ ''اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس زمانہ میں اپنا خلیفہ مقرر کروں۔ سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ وہ دین کو زندہ کریگا''۔ اب بھی دعویٰ رسالت میں کچھ شک باقی ہے۔

ناظرین! بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید زبانی تو سب فرماتے ہیں کہ وہ پیغمبری اور نبوت کے مدعی نہ تھے۔ مگر ان کی تصانیف اور الہام اور وحی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو نبی اور ابن اللہ اور مرسل اور خلیفہ سے ملقب کرتا ہے۔ چنانچہ اوپر گذرا ہے کہ تو نبی ہے، مرسل ہے، سردار ہے، تیرا تخت سب تختوں سے اونچا بچھایا گیا ہے۔ کس قدر تعجب انگیز ہے کہ کسی جگہ تو تحریر فرماتے ہیں کہ میں محمد رسول ﷺ کا امتی فرمانبردار اور اس کے دین متین کا پیرو اور قرآن وحدیث کا مفتون اور اس کی

شریعت کے تابع اس کے حسن کا دیوانہ اور اس کی محبت عشق سوختہ۔ اور دوسری جگہ ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ جیسا کوئی مخالف کرتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وحی اور ولی اللہ کی وحی برابر ہے۔ جس سے مساوات پائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ برخلاف شریعت ہے۔ کیونکہ ولی خواہ کیسا خدا رسیدہ ہو، نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا الہام پیغمبر کی وحی کے برابر ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں ''جس طرح خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں قرآن مجید میں فرمایا، اسی طرح وہی الفاظ میری شان میں بھی فرمائے اور وہی آیتیں دوبارہ مجھ پر نازل ہوئیں''۔ جیسا کہ مذکورہ بالا الہامات سے صاف ظاہر ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ پر حکم نازل فرمایا کہ امت محمدی کو کہہ دے کہ ''اگر تم خدا کو محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو''۔ ویسا ہی مجھ کو حکم ہوا لوگوں کو کہہ دے کہ ''تیری پیروی کریں اگر وہ خدا کی محبت رکھتے ہیں''۔ جس طرح ان کی شان میں فرمایا کہ ''اگر تجھ کو پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا''۔ میری شان میں بھی فرمایا۔ جس طرح رسول پاک ﷺ کے اماکن شریفہ کو مطرح فیض ربانی قرار دیا۔ اسی طرح میرے اماکن یعنی قادیان کو بھی مطلع انوار فیض سبحانی ٹھہرایا۔ جس طرح رسول پاک ﷺ کے ہاتھ سے معجزات و نشان ظاہر فرمائے میرے ہاتھ سے بھی نشان ظاہر فرمائے جس طرح مسجد نبوی اور مقابر مدینہ کو شرف عطا ہوا اُسی طرح قادیان کو بھی شرف عطا ہوا۔

ناظرین! غور فرمائیں اور انصاف کریں کہ مرزا صاحب باینہمہ مقابلہ **شرک بالنبوۃ** و صفات محمد رسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو ان کے فرمانبردار اور امتی قرار دیں۔ اور مقابلہ بھی ایسا کہ ۱۳سو برس کے عرصہ میں اگرچہ بڑے بڑے اولیاء اللہ **فناہ فی اللہ وفناہ فی الرسول** کے مرتبہ والے گذرے اور بڑے بڑے امام اور مجتہد اس امت مرحومہ میں آئے مگر کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کا ہرگز مقابلہ نہیں کیا۔ اور نہ اس طرح بے

سروسامان بلا اسناد شرعیہ خودستائی اور اپنا شرف تمام انبیاء علیہم السلام پر کیا ہے۔ چنانچہ مکہ کے مقابلہ میں قادیان، محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں خود مرزا صاحب، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حکیم نورالدین صاحب و دیگر خلفاء کے مقابلہ میں قادیانی خلفاء، حدیث وفقہ کے مقابلہ میں بے سند تکیہ نشینوں برائے نام صوفیاء کی باتیں اور تاویلات بعید از نصوص شرعی۔ یہ مانا کہ آزادی کا زمانہ ہے، جو کوئی جو کچھ چاہے بن جائے۔ مگر کیا خوف خدا بھی نہیں کہ منہ سے کہنا ہم مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ کی امت اور عمل یہ کہ اس کے مرتبہ میں اور اس کے صحابہ کرام کے مرتبہ میں شریک ہو کر حفظ مراتب ہاتھ سے دیدینا شعر

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

انصاف تو کریں ۱۳ سو برس کے بعد مسلمانان ہند اپنا کعبہ الگ قادیان میں مقرر کر کے ڈھائی اینٹ کی مسجد الگ تیار کریں اور شیرازۂ جمعیت اسلام کو توڑ کر باعث ضعف اسلام ہوں اور صریح نص قرآنی کے برخلاف عمل کریں جس میں حکم ہے کہ "فرقہ فرقہ نہ ہوں اور اللہ کی رسی کو مضبوط سے پکڑیں"۔ اور پھر آپ تمام اہل اسلام کو کافر بتائیں اور خود احمد کی بیعت توڑ کر غلام احمد کی بیعت کریں۔ اور اس کے قول کو خدا اور رسول کے کلام پر ترجیح دیں۔ کیا دینداری ہے کہ سرسید مرحوم کی تقلید میں بہ تبدیل الفاظ کوئی بات قادیان کی طرف سے آئے یا مرزا صاحب کی تصنیف میں پائی جائے تو اس کا نام حقائق و معارف و کاشف حجاب قلوب وجلا کنندہ آئینۂ دلہا۔ خود ابن اللہ بنیں تو پاک تثلیث۔ خود بت پرستی کریں اور مرزا صاحب کی فوٹو رکھیں تو موحد۔ خود پیر پرستی کریں اور پیر کے قول کو خدا اور رسول کے قول پر ترجیح دیں تو مسلمان اور دوسرے اگر ایسا کریں تو کافر و مشرک۔ یہ احمدی جماعت کا انصاف ہے۔

باب سوم

تعلیم مرزا صاحب در بارہ وحی والہام وملائکہ

"توضیح المرام"، صفحہ ۴۰۔ "یعنی یہی نفوس نورانیہ یعنی ارواحِ کواکب کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تقریر از قبیل خطابیات نہیں بلکہ یہ وہ صداقت ہے جو طالب حق اور حکمت کو ضرور ماننی پڑے گی"۔

ناظرین! ارواح کواکب کا بشکل انسان متشکل ہونا اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دینا محالِ عقلی ہے۔ اور مرزا صاحب محالِ عقلی کے قائل نہیں اسی واسطے وہ رفع جسمانی حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کا نزول محالِ عقلی سمجھ کر نہیں مانتے۔ اور ان کے معجزات کو عملِ تراب اور سحر سامری اور کل بازی یعنی شعبدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر یہاں اپنے ہی برخلاف تحریر فرماتے ہیں کہ ارواحِ کواکب بشکل بشری متشکل ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔ نہ صرف تحریر فرماتے ہیں بلکہ طالب حق کو ضرور ماننے کے واسطے تعلیم دیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ وہ بشری وجود کس گدام میں سے لے کر آتے ہیں اور ان بشری شکلوں اور وجودوں کا چولہ ارواحِ کواکب کس طرح پہنتے ہیں۔ جب مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ زمین پر نہیں اترتے۔ آسمان سے ہی تاثیر ڈالتے ہیں۔ اور یہاں اپنی ہی تحریر کے متعارض لکھتے ہیں۔ اب کونسا صحیح مانیں اور قانونِ قدرت کہاں گیا۔

"توضیح المرام"، صفحہ ۴۱۔ "اس بات کے ماننے کے لئے بھی مجبور ہیں کہ روحانی کمالات اور دل و دماغ کی روشنی کا سلسلہ بھی جہاں تک ترقی کرتا ہے بلا شبہ ان نفوس نورانیہ یعنی ارواحِ کواکب کا اس میں دخل ہے۔ اور اسی کی رو سے شریعت غرہ نے استعارہ کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں ملائکہ کا واسطہ ہونا ایک ضروری امر ظاہر فرمایا ہے"۔

''توضیح المرام''، صفحہ ۶۲۔ ''انسان کی بدکاری کی حالت میں اس کی طبیعت کے مناسب بدکاری کے الہامات ہوتے رہتے ہیں''۔

ناظرین! وساوس شیطانی جو بدکاری کی حالت میں بدکاری کے خیالات یا شہوت اور غضب کی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا نام بھی مرزا صاحب ''الہام'' رکھتے ہیں۔ اور انہیں نفوسِ نورانیہ کے دخل کو ان بدکاری کے خیالات میں مانتے ہیں۔

''توضیح المرام''، صفحہ ۸۱۔ ''روحانی حواس کے لئے محض آسمانی نور عطا کیا جاتا ہے جیسے ظاہری آنکھوں کے واسطے آفتاب۔ جب باری تعالیٰ کا ارادہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اپنا کلام کسی ملہم کے دل تک پہنچائے تو اس کی حرکتِ متکلمانہ سے معہ جبرائیلی نور میں القاء کے لئے ایک روشنی کی موج یا ہوا کی موج فہم اور لسان کے لئے ایک حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حرارت سے بلا توقف وہ کلام ملہم کی آنکھوں کے سامنے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے یا زبان پر وہ الفاظ الہامی جاری ہوتے ہیں''۔

ناظرین! یہ مضمون ملائکہ ارواحِ کواکب کے برخلاف ہے جیسا۔ کہ اوپر لکھ آئے ہیں کہ ارواحِ کواکب کی تاثیر کا ملہم کے دل پر اثر ہوتا ہے اور یہاں فرماتے ہیں کہ وہ روشنی و ہوا وحرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے جس سے ملہم کو الفاظ الہام سنائی یا دکھائی دیتے ہیں یا اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اور یہاں جبرائیلی نور واسطہ ملہم و خدا کے مانتے ہیں اور اپنی تحریر کہ روحانی حواس کے آسمانی نور عطا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ظاہری آنکھوں کے واسطے آفتاب اس کے برخلاف ہے۔

''توضیح المرام''، صفحہ ۸۴۔ ''جبرائیلی نور کا ۴۶ واں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے۔ جس سے تمام کفار و فجار پرلے درجہ کا بدکار اور فاسقہ عورت یعنی کنجری چاہے یار کی بغل میں خواب دیکھے۔ کبھی سچا خواب دیکھ لیتی ہے اور تعجب ہے کہ کبھی بادہ بسر اور آشنا بر بھی کوئی

خواب دیکھ لیتی ہے اور سچی نکلتی ہے۔ کیونکہ جبرائیلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورۂ عالم پر حسب استعداد کے اثر ڈال رہا ہے۔ اور کوئی نفس بشر ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو۔ مجذوب بھی جبرائیلی نور کے نیچے جا پڑتے ہیں تو کچھ کچھ انکی آنکھوں پر اس نور کی روشنی پڑتی ہے''۔

ناظرین! اس تحریر سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور بدکار و کفار و فاجر و فاسق وغیرہ سب کے الہامات کا منبع جبرائیل علیہ السلام ہے۔ اور یہ بالکل خلاف قرآن وحدیث ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام پر وحی بذریعہ جبرائیل علیہ السلام ہوتی ہے اور وہ خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ عوام پر نزول حضرت جبرائیل ممتنع ہے۔ اور خاتم النبیین کے بعد حضرت جبرائیل کا آنا ہی زمین پر نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب نے اپنے الہامات کی خاطر یہ تمام متعارض اور مہمل تحریر فرمائی۔ مگر اُن خود تراشیدہ بیانات وقواعد ایجاد کردہ خود کی کوئی سند قرآن وحدیث واجتہاد ائمہ اربعہ و اجماع امت وغیرہ سے نہیں دی۔ اور لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب کو خود یاد نہیں رہتا کہ میں پیچھے کیا لکھ آیا ہوں اور اب کیا لکھ رہا ہوں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ''کہ جبرائیلی نور آفتاب کی طرح تاثیر ڈالتا ہے''۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ ''کہ خدا اور رسول کے درمیان القاء کرنے والا ہے''۔ تیسری جگہ لکھتے ہیں۔ ''کہ بہ شکل انسان متشکل ہو کر آتے ہیں''۔ چوتھی جگہ لکھتے ہیں۔ ''کہ ارواح کو اب اپنی جگہ سے نہیں ہلتے۔ صرف تاثیر عالم پر ڈالتے ہیں''۔ پانچویں جگہ فرماتے ہیں۔ ''کہ مجذوب بھی جبرائیلی نور کے نیچے جا پڑتے ہیں جس سے معلوم ہوتا جبرائیلی نور ہمیشہ نور افگن رہتا ہے۔ جو شخص اس کے نور کے نیچے آجائے اس کی باطنی آنکھیں کھل جاتی ہیں''۔ حالانکہ خود فرماتے ہیں کہ ''جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی ملہم تک اپنا کلام پہنچائے۔ تب جبرائیلی نور کو حرکت ہوتی ہے۔ حضرت جبرائیل کو روح مانا ہے اور اس کی جزء یعنی ۴۶ واں حصہ تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس

میں عقلاء کا اتفاق ہے کہ روح کی ہستی قابل تقسیم و تجزیہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تقسیم جبرائیلی محال عقلی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ۴/۵ حصے جبرائیل کے کہاں رہتے ہیں۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۱۶۔ ''اس کے کان کو مغیبات کے سننے کی قوت دی جاتی ہے۔ اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز سنتا ہے۔ اسی طرح اس کے رہنے کے مکانات میں بھی خدا عزوجل ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ خدا کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں''۔

ناظرین! یہ فرشتے کون ہیں؟ ''توضیح المرام'' میں تو مرزا صاحب ملائکہ کو ارواحِ کواکب فرما کر آئے ہیں جو کہ خلافِ مذہب اسلام ہے۔ ارواحِ کواکب کو ملائکہ تعلیم دینا خلاف قرآن ہے۔ قرآن مجید میں صاف صاف بطور قصہ بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے نہ کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملائکہ ایک الگ وجود ہے۔ پھر قرآن شریف میں ہے ﴿یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ﴾ جس سے صاف ظاہر ہے کہ روح اور فرشتے یعنی ملائکہ دو الگ الگ وجود ہیں۔ جناب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں ملائکہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ ''فرشتے بالکل نورانی ہیں، علوی ہیں، قدسی ہیں۔ شہوت غضب نقصان کی صفتوں سے پاک ہیں''۔

انسان کی فطرت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عالم برزخ میں ہے درمیان ملائکہ اور حیوانات عجم کے۔ عقل بھی اس بات کے ماننے کے لئے مجبور کرتی ہے کہ جس طرح انسان کے ماتحت مخلوق اس سے ناقص ہے اسی طرح اس کے مافوق کوئی مخلوق کامل ضرور ہے۔ کیونکہ کمال انسانی بالاتفاق جمیع مذاہب شہوت و غضب، حرص و بخل، درندگی و بہیمی صفات سے پاک ہو کر لطافتِ قدوسیت، علویت کا حاصل کرنا انسانی کمال ہے۔ پس فوق

البشر مخلوق کا وجود ماننا پڑے گا۔ اگرچہ وہ بسبب لطافت وجود محسوس در خارج نہ ہو۔ شعر

آدمی زادہ طرف معجونے است گر فرشتہ سرشتہ و از حیوان

در کند میل ایں شود بد ازیں در کند میل آں شود بہ ازاں

ترجمہ: آدمی کا جنا ہوا ایک عجائب معجون ہے۔ یعنی آدمی کا وجود مرکب ہے۔ کیونکہ فرشتہ اور حیوان کے خواص رکھتا ہے۔ اگر حیوانات کی طرف رجوع کرے ان سے بدتر ہوگا۔ اور اگر فرشتوں کی طرف مائل ہو یعنی ملکوتی کام کرے تو ان سے بہتر ہوگا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں میں شہوت و غضب، نیند، بھوک نہیں۔ اور حیوانات میں عقل و ضمیر و قوت ادراک و ترقی نہیں۔ جس سے نیکی و بدی میں تمیز نہیں کر سکے یا کوئی نئی چیز ایجاد کر سکے۔ اور انسان ان سب کا مجموعہ ہے۔ پس جس وقت انسان شہوت و غضب، نیند و بھوک کو روک کر رجوع خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف کرے گا اور موانعات سے مجاہدہ کر کے اپنے نفس پر جبر کرے گا تو اس وقت یہ انسان فرشتوں سے افضل ہوگا۔ اور جب باوجود عقل و تمیز ہونے کے روشنی قلب و دماغ و چراغ عقل کو گل کر کے حیوانات کی سی حرکات کرے گا اور شہوت اور غضب میں مبتلا ہوگا تب حیوانات سے بدتر ہوگا۔ کیونکہ باوجود ہونے ملکی صفات کے اور موانعات عقلی کے حیوانوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ کامل انسان فرشتوں سے افضل ہے اور ناقص حیوانات سے بدتر۔ اکثر لوگ اس جگہ اعتراض کریں گے کہ اگر فرشتوں کا وجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتے؟ جس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ وجود لطیف رکھتے ہیں اور لطیف وجود محسوس و خارج نہیں ہوتا اس لئے فرشتے نظر نہیں آتے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ روح ہر ایک جاندار میں ہے اور اس کے ہونے سے کوئی فرقہ بھی انکار نہیں کرتا۔ مگر روح آج تک کسی کو نظر نہیں آئی، ہوا کس قدر قوی ہے کہ اس سے کئی طرح کے کام روزمرہ کئے جاتے ہیں اور اہل سائنس نے تو اس سے بے انتہا کام لئے ہیں اور کئی نئی ایجادات سے عالم

کو حیرت میں ڈالا ہوا ہے۔ اور ہم بھی کئی دفعہ دیکھ چکے ہیں کہ بڑے بڑے درخت تموج ہوا سے جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں۔ تمام اقسام کے باجے ہوا کے ذریعہ روح افزا نغمات سے تمام عالم کو مسرور کر رہے ہیں۔ بعض جگہ ہوا کے ذریعہ سے مشینیں چل رہی ہیں۔ پنکھا ہلانے سے آپ کو ہوا تو محسوس ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتی۔ کیا آپ اس کے وجود سے بھی انکار کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر فرشتوں کے وجود سے کس طرح؟ صرف اس دلیل سے کہ نظر نہیں آتے۔ انکار کر سکتے ہیں۔ روح تو آپ کے پاس یا اندر ہے کبھی آپ نے دیکھا ہے یا ٹٹولا ہے؟ یا کسی طرح بھی حس کیا ہے؟ جب اپنے پاس کی چیز آپ نہیں دیکھ سکتے تو آسمان کے رہنے والے علوی قدسی لطیف وجود کو ان ظاہری آنکھوں سے کیونکر دیکھ سکتے ہو۔ ان کو تو صرف انبیاء علیہم السلام جن کی فطرت ملائکہ سے نسبت رکھتی ہے دیکھ سکتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کسی کو نظر نہ آتے۔ جس کی وجہ صرف یہی تھی کہ ان کی فطرت میں وہ نسبت نہ تھی جس کے ذریعہ سے وہ دیکھ سکتے۔

ملائکہ کو ارواحِ کواکب کہنا پرانی دقیانوسی یونانیوں کے خیالات ہیں۔ جن کے نزدیک تمام مخلوقات ارواحِ کواکب یا تاثیراتِ کواکب سے بنی ہوئی ہے اور کواکب حرکات وتغیرات وتبدیلات عناصر سے مرکب ہیں۔ پرانے علم ہیئت میں جو کچھ خیالات یونانی فلاسفروں کے درج ہیں وہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر ایک قسم کی مخلوق ایک خاص سیارہ کی تاثیر سے پیدا ہوئی ہے۔ جیسا کہ وہ نباتات کی نسبت اس طرح کہتے ہیں کہ:

"پنبہ، کتان۔ ہر دو خیار وقصب چاند کی تاثیر سے ہو رہے ہیں۔ باقلا، کشنیز، کدو، کلک نے عطارد سے۔ انجیر، شفتالو، انگور، ودیگر میوہ ہا زہرہ سے۔ نیشکر، عسل، ترنجبین

وشیرینی آفتاب سے۔ عود، تقم، سپندان و پیاز، کندنا مریخ سے۔ گندم، جو، رنج، جوز، پستہ، خرما وغیرہ شیریں اشبار مشتری سے''۔

چونکہ یہاں اختصار منظور ہے۔ اس واسطے تمام تفصیل لکھنی مشکل ہے۔ اسی طرح حیوانات بھی مرغ آبی، دُرّاج، قمری، چاند سے۔ شتر ومکان یوز، ردیپہ، بوزینہ، چرغ، طوطی عطارد سے۔ خرگوش ماہی، فاختہ ہزار داستان، بلبل، کبوتر زہرہ سے۔ اسپ، گوسپند، آہو، شیر، پلنگ، باز شاہین، آفتاب سے۔ بز گورخر، کرکر، شغال، افعی، عقرب، خار، پشت مریخ سے۔ گاؤ شتر، ہما، کلنگ و مرغان آبی مشتری سے۔ موش، مار، حشرات وغیرہ زحل سے۔ اور ایسا ہی انسان کی پیدائش بھی سیارہ اور ستارہ کی تاثیرات سے مذکور ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

بایدِ دانست مقصود اصلی طبائع   وانجم وجود محض وجود آدم است

غرض جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے سب کواکب کے ارواح سے ہو رہا ہے۔ اور یہی خلاصہ تعلیم مرزا صاحب ہے۔ جو کہ خدا کو بالکل معطل قرار دیتی ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ ایسی مضحکہ خیز تعلیم اس روشنی کے زمانہ میں مرزا صاحب اہل اسلام میں پھیلا کر کیا امید رکھتے ہیں۔ اور ایسے پرانے خیالات جن کی تردید جدید علوم سائنس اور فلکیات سے ہو رہی ہے قوم کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ اور ان کو جن کا ایمان ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ارادہ کیا کسی چیز کے پیدا کرنے کا۔ پس کہد یا اُس کو ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ کیا باعث تقویت ایمان ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ باعثِ ضعفِ ایمان ہے۔

مختلف وحی والہامات وتعلیم

''ازالہ اوہام''، صفحہ ۷۲۱ لغایت ۷۲۵۔ ''قرآن زمین سے اٹھ گیا تھا۔ میں

قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں"۔

ناظرین! قرآن مجید کا اٹھ جانا۔ ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾ نص قرآنی کے برخلاف ہے۔ آسمان سے لاتے ہوئے مرزا صاحب کو کسی نے نہیں دیکھا بلکہ مرزا صاحب نے خود دنیا میں آکر اپنے استاد سے پڑھا۔ البتہ تحریف معنوی قرآن کی مرزا صاحب نے کی ہے۔ یعنی قرآن کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ معنی الٹے کرتے ہیں۔ جسکو عالموں نے رد کیا ہے۔ اگر اس کا نام قرآن کا لانا ہے تو ہمارا اسلام ہے۔ ۱۳سو برس کے بعد" قادیان" قرآن میں لکھوانے خدا کے پاس آسمان پر لے گئے ہونگے اور قادیان لکھا کر واپس لائے ہونگے۔ مگر اب بھی تو قرآن قادیان سے پاک ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر کے صفحہ ۳۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ﴾ کے معنی یہی ہیں کہ قرآن مجید کے معانی حسب خواہش نفس کے کیے جائیں۔ اور سباق وسیاق قرآن کا لحاظ نہ کر کے اپنے مفید مطلب معنی کیے جائیں۔ اور ضمائر کو خلاف قرینہ عبارت راجع کرنے کو کہتے ہیں، اکثر گمراہ فرقے اسلام میں سے کیا کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب بھی اسی طرح اپنے مفید مطلب معنی کرنے کے خاطر غیر مشہور معنی لغت کے لے کر سباق قرآن کا لحاظ نہیں کرتے اور ضمیر بھی الٹے معنی کے مطابق راجع کرتے ہیں۔ جیسا کہ حیات ممات مسیح علیہ السلام میں بلکہ انجیل سے بمقابلہ قرآن تمسک کرتے ہیں جو کہ بالکل خلاف اسلام ہے کیونکہ اگر انجیل بمقابل قرآن معتبر ہے تو پھر قرآن کی کیا حاجت ہے۔

دوم:۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ کیا تم کو قرآن کافی نہیں کہ انجیل دیکھتے ہو مسلمان ہو کر؟ انجیل کو سند پکڑنا مرزا صاحب کا خاصہ ہے۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۴۸۔ ''حق الیقین کے درجہ والوں کا خدا ان کو ایسی برکات دیتا ہے کہ ان کے دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے''۔

ناظرین! خدا تعالیٰ مرزا صاحب کے دشمنوں کا دشمن نہیں بنا اور نہ ان کو حسب الہام مرزا صاحب موت کی سزا دی۔ جیسا کہ عبداللہ آتھم عیسائی، محمدی بیگم منکوحہ آسمانی، والد محمدی بیگم، خاوند محمدی بیگم، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی عبدالجبار صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، پیر سید مہر علی شاہ صاحب وغیرہ آریہ و عیسائی و برہموں کسی کا خدا تعالیٰ نے کچھ نہیں بگاڑا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یا تو وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھے یا معاذ اللہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کر کے وفا نہ کی یا مرزا صاحب خود اس مرتبہ حق الیقین کو پہنچے ہوئے تھے۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۴۴۔ ''غرض وحی الٰہی کے انوار اکمل و اتم طور پر وہی نفس قبول کرتا ہے جو اکمل اور اتم طور پر تزکیہ نفس حاصل کر لیتا ہے''۔

ناظرین! اگر یہی معیار صداقت ہے تو پھر مرزا صاحب کا خدا حافظ۔ بیگانے مال کھانے سے تزکیۂ نفس خیال محال ہے۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۲۲۔ ''اس مرتبہ کو وہ لوگ پہنچے ہیں جو شہوات نفسانیہ کا چولہ آتش محبت الٰہی میں جلا دیتے ہیں اور خدا کے لئے تلخ زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ آگے موت ہے اور دوڑ کر اسی موت کو پسند کرتے ہیں''۔

ناظرین! یہ تعلیم دیگر براں را نصیحت کا مصداق ہے۔ خود تو مرزا صاحب ایک مرغی ہر روز کھائیں ہر کستوری و غیر مقوی غذائیں استعمال فرمائیں۔ مرغن و مکلف کھانے کھائیں اور پھر اس پر ترک لذات نفسانی کا دعویٰ ۔

عاقلاں خود می دانند

موت کے منہ میں جانا اور نہ ڈرنا بلکہ دوڑ کر موت کے منہ میں جانا بھی مرزا صاحب کا خاصہ ہے۔ خوب سچ ہے ترک فریضہ کیا۔ یعنی حج بیت اللہ کو ڈر کے مارے نہ گئے۔ تحقیق حق کے واسطے جب کبھی مسلمان بھائیوں نے بلایا۔ قادیان سے کبھی قدم باہر نہ رکھا۔ اشتہار بحث کے واسطے خود دیدیا۔ جب کوئی مقابلہ پر آیا تو پہلوتہی کر کے قادیان سے نہ نکلنا۔ اور پھر اس پر دعوی یہ کہ نہیں ڈرتے۔ کہاں تک درست ہے اور قول مطابق فعل کے یا فعل مطابق قول کے نہ کرنا رسیدگانِ خدا کا کام ہے۔

افسوس اتنے چلّے کا عالم ہو اور امام ہمام ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے فعل کو اپنے قول کے مطابق نہ کرے اور نمونہ بن کر نہ دکھائے اور جھوٹے الہامات کے سچ کرنے میں اس قدر زور دے کہ باعث تضحیک ہو اور اپنی بات پر اڑ جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اگر کوئی بھی قرآن یا حدیث کے برخلاف پاتا اور ان کو کہہ دیتا تو وہ فوراً مان لیتے اور ضد نہ کرتے حالانکہ وہ خلافت کے اختیارات بھی رکھتے۔ مگر مرزا صاحب کے دعاوی تو اس قدر ہیں کہ زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ مگر خود عمل ندارد کہ اگر کوئی پیش گوئی جھوٹی نکلے تو اس پر اڑ جانا اور اس جھوٹ کی مرمت کرنے میں جائز و ناجائز سب قلم سے نکال دینا۔ اور ایسی ایسی ردی دلیلیں پبلک کے سامنے پیش کرنا کہ باعثِ شرمساری اہلِ اسلام ہو۔ سب دنیا کو معلوم ہو گیا کہ عبداللہ آتھم والی پیشین گوئی غلط نکلی۔ اور آپ نے بجائے خاموش رہنے کے" عذر گناہ بدتر از گناہ" پر عمل کر کے لکھا کہ عبداللہ نے چونکہ رجوع اسلام کی طرف کر لیا تھا۔ اس واسطے نہیں مرا۔ حالانکہ وہ دشمن دین، اہل اسلام و بزرگانِ دین کو نہیں مانتا اور اخباروں میں تردید کر رہا ہے۔ بلکہ اس نے نہایت سخت جواب دیا کہ "قسم" عیسائیوں میں ناجائز اور حرام ہے۔ اس واسطے میں قسم نہیں کھاتا۔ اگر مرزا صاحب سور کا گوشت کھالیں تو میں قسم کھاتا ہوں۔ کیونکہ مرزا صاحب کی یہ

صرف چال تھی کہ عبداللہ قسم نہ کھائیگا تو میں سچا سمجھا جاؤں گا۔ مگر وہ بھی استاد نکلا اس پر مرزا صاحب چپ ہو گئے۔ وہ تاویلیں کیں کہ عقل ہر گز باور نہیں کر سکتی۔ بھلا عبداللہ کو دل میں اسلام کا قائل کہنا حالانکہ دل میں ایمان لانا اور ظاہر نہ کرنا نفاق ہے جو کہ خدا کو منظور نہیں۔ ایسے ایمان سے عذاب الٰہی ہرگز ٹل نہیں سکتا۔

مزید برآں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی کے دل کا حال سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ مگر مرزا صاحب عبداللہ کے دل کا حال جانتے ہیں۔ کونسی معقول دلیل ہے؟ یہ مانا کہ انسان جس وقت ایک بات کو ثابت کرنا چاہے تو بہت زور لگاتا ہے۔ مگر جائز و ناجائز کا تو خیال رکھتا ہے اور کچھ معقولیت بھی مدنظر ہوتی ہے اپنی ضد اور جھوٹی بات پر اڑے جانا نفسانی آدمیوں کا کام ہے نہ خدا کے فرستادوں اور محققین کا۔ اسی طرح نکاح آسمانی اور دشمنوں کی تباہی کے الہامات جھوٹے نکلے اور ناجائز طور پر مرمت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی کو ﴿ **وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ** ﴾ کہتے ہیں۔

''ازالہ اوہام''، صفحہ ۳۲۲۔ ''غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد ہے اور مشرکانہ اعتقاد ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور اُن میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جاندار بنا دیتا تھا۔ بلکہ عمل تراب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا۔ اور وہ مٹی درحقیقت ایک ایسی مٹی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

ناظرین! یہ ایسی عبارت مہمل اور متعارض ہے جس کی خوبی اور عقلی دلائل مرزا صاحب کا ہی حصہ ہے۔ ممکن کا جواب تو ممکن سے ہی ہوا کرتا ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ معجزہ ہو اور ممکن ہے کہ مرزا صاحب غلطی پر ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید میں صاف ہے کہ ''بنا دیتا ہوں تم کو مٹی کی

صورت جانور کی۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جائے۔ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے''۔ یہ ہے ترجمہ اصل آیات قرانی کا۔ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے کس قدر دلیری سے آیات قرآنی میں تصرف کرتے ہیں اور اپنی طبعزاد تقریر سے کس قدر لوگوں کو غلطی میں ڈالتے ہیں۔ مٹی کی صورت کا اڑنا قبول کرتے ہیں اور معجزہ بھی مانتے ہیں کہ وہ عمل الترab تھا۔ اس تالاب کی مٹی میں جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ جانور بناتے ہے۔ اگر یہ بھی مان لیں تو بھی جانوروں کا پھونک سے اڑنے سے کیا مطلب؟ قرآن تو فرماتا ہے کہ جانور پھونک کے مارنے سے اُڑتا جانور ہو جاتا تھا۔ اب آپ انصاف فرمائیں کہ خدا کی قدرت ماننا ایمان ہے یا کہ تالاب کی مٹی کی تاثیر پر ایمان لانا، فاسد اور مشرکانہ اعتقاد ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے فرمانے پر کہ میں اللہ کے حکم سے مٹی کی صورت بنا کر پھونک مار کر زندہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر اعتقاد لانا فاسد اور مشرکانہ اعتقاد ہے یا سحر سامری پر؟ یہ انصاف فرمائیں! فعل کا ظہور تو مرزا صاحب مانتے ہیں۔ مگر خدا کی قدرت سے نہیں بلکہ تالاب کی مٹی کی تاثیر، روح القدس یا سحر سامری سے۔ اب بتائیں کہ سحر سامری پر ایمان رکھنے والا کافر ہے یا خدا تعالیٰ پر ایمان لانے والا اور معجزات کے ماننے والا؟

''ازالہ اوہام''، صفحہ ۳۰۳۔'' کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک کھلونا کل کو دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور سے پرواز کرتا ہو''۔

ناظرین! کیا مرزا صاحب نے گردن سے ہاتھ گھما کر ناک کو لگایا؟ افسوس انسان ایسا اپنے مطلب کے وقت از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ سوا اپنی منزل مقصود کے دوسری طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ اس کے منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ یہ تو

اقرار کیا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو عقلی طور پر تعلیم دی مگر معجزہ کہتے ہوئے جھجکتے ہیں۔

حضرت! اگر خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو کوئی خاص طریقہ مٹی کی صورت میں پھونک مار کر اڑا دینا تسلیم کرینگے۔ تو یہی معجزہ ہے۔ پھر آپ کی تمام محنت اور تاویلات ضائع ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی خصوصیت عوام پر ظاہر کرنی تھی۔ اور اس کا ظہور میں آنا آپ تسلیم کرتے ہیں تو پھر اسی کا نام معجزہ ہے۔ یعنی جس کو عام لوگ نہ کر سکتے تھے۔ باقی رہا کہ مٹی کی صورت میں کسی کل وغیرہ کا ہونا اور منکرین کو اس کا معلوم نہ ہونا یہ آپ کی سمجھ میں آتا ہوگا کوئی عقلمند ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ منکر لوگ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو جھٹلاتے تھے وہ اندھے نہ تھے۔ کہ کل دباتے حضرت کو نہ دیکھتے۔ اور ایسی تو کوئی کل بھی نہیں ہو سکتی جو پھونک مارنے سے مٹی کی صورت ٹھوس اور وزنی پرواز کرے۔ اگر آپ بجائے مٹی کے کاغذات کی مورت تحریر کرتے تو وہ بھی کچھ امکان ہو سکتا تھا۔ مگر قرآن تو مٹی کی مورت فرماتا ہے جسمیں کسی قسم کی کل کا ہونا ممکن نہیں۔ اس آپ کے انکار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ کے سخت مخالف ہیں۔ کہ اس کو شعبدہ باز، دھوکادہ اور کھلونے باز خیال فرماتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید ان کی نبوت کی تصدیق فرما رہا ہے اور مسلمانوں کو قرآنی حکم ہے کہ ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ مگر آپ رسول کی خوب عزت کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مثیل ہونے کا دعویٰ ہے۔

ناظرین! انصاف فرمائیں کہ نبیوں کی بابت ایسا اعتقاد جیسا کہ مرزا صاحب کا ہے مشرکانہ ہے۔ یا قرآن کے مطابق ان کے معجزات ماننا مشرکانہ اعتقاد ہے۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ کہ وہ آگ میں سلامت رہے اور آگ ان پر سرد ہوگئی مانتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام سے کچھ ایسی

رقابت ہے کہ ان کے معجزات سے باوجود شہادت قرآنی کے انکار کرتے ہیں۔

''ازالہ'' صفحہ ۱۵۸۔ لو اب کھلم کھلا سن لو۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

سبحان اللہ! جس کے مثیل ہونے کا دعویٰ اسی کی بے ادبی، کیا اسلام اسی کا نام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حضور میں گستاخانہ قیل وقال کی جائے اور پاسِ ادب نہ رکھا جائے۔

دوم: یہ بھی غلط ہے کہ حسب بشارات آمدم۔

مرزا صاحب کی والدہ یا والد نے کوئی بشارت مرزا صاحب کی نسبت اللہ کی طرف سے نہیں پائی۔ جیسا کہ حضرت مریم کو دی گئی تھی۔ اور نہ قرآن مجید میں آپ کے آنے کی کوئی بشارت ہے۔ جیسا کہ انجیل میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت تھی۔

''براہین احمدیہ''، صفحہ ۴۳۲ و ۴۳۳۔ ''انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوتے ہیں کہ کسی نے رسّی کا سانپ بنا کر دکھایا اور کسی نے مردہ کو زندہ کر کے دکھایا۔ یہ اس قسم کی دست بازیوں سے پاک ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ یہاں تو مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو مانتے ہیں اور شعبدہ وغیرہ دست بازیوں سے پاک فرماتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں جو اوپر درج ہے۔ اپنے ہی بیانات کے مخالف ہے۔ یعنی دست بازی کا الزام حضرت مسیح علیہ السلام کو دیتے ہیں کہ وہ کوئی کل استعمال کرتے تھے۔ تالاب کی مٹی یا سحر سامری سے معجزات دکھاتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ان کے سات معجزات درج ہیں۔

اوّل: والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت کا ہونا کہ تجھ کو بیٹا خدا کی طرف سے عطا ہوگا۔

دوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا۔

سوم: مہد میں کلام کرنا یعنی بحالت شیر خوارگی۔ جبکہ گویائی کی طاقت نہیں ہوتی۔ اپنی

والدہ کی عصمت تصدیق فرمائی۔

چہارم: مٹی کی مورتیں بنا کر ان کو پھونک مار کر اللہ کے حکم سے اُڑانا۔

پنجم: اندھا مادرزاد کو بینا کرنا۔ کوڑی کو اچھا کرنا۔ گھر میں جو رکھا ہوا یا جو کچھ کوئی گھر سے کھا کر آئے اس کو بتانا۔

ششم: مردہ کو زندہ کرنا۔

ھفتم: زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور کفار کے ہاتھ سے نہ قتل ہونا اور نہ مصلوب ہونا۔

ناظرین! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب معجزات کا اقرار بھی فرماتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو شعبدہ و دست بازی سے پاک بھی یقین فرماتے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت دست بازی اور سحر سامری وغیرہ تاویلات کرتے ہیں اس کی وجہ سوا اس کے کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے یقین نہیں فرماتے یا ان سے کوئی خاص عداوت رکھتے ہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ نصوص قرآنی کے برخلاف اور اپنی ہی تحریر کے برخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور تاویلات میں ایسے مطلق العنان ہو جاتے ہیں کہ جائز و ناجائز کلمات کا بھی خیال نہیں رکھتے بلکہ اپنی ہی تصنیف کے برخلاف چلے جاتے ہیں۔

''براہین احمدیہ'' صفحہ ۲۴۶۔ ''کیونکہ دنیا میں بجز انبیاء علیہم السلام کے اور بھی ایسے لوگ بہت نظر آتے ہیں کہ ایسی ایسی خبریں پیش از وقوع بتلایا کرتے ہیں کہ زلزلے آئیں گے، وبا پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑے گا، ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی۔ یہ ہوگا وہ ہوگا اور بارہا ان کی کوئی نہ کوئی خبر سچی بھی نکل آتی ہے''۔

ناظرین! بقول مرزا صاحب معلوم ہو گیا کہ پیشگوئیاں معیارِ صداقت نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں اور ان کی بھی مرزا صاحب کی مانند بعض

اتفاقیہ بچی نکل آتی ہیں اور بعض جھوٹی ہوتی ہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کے پاس اپنے مسیح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

''براہین'' صفحہ ۵۳۷۔ ''اس کے اذن خاص سے ملائکہ اور روح القدس زمین پر اترتے ہیں اور خلق کی اطلاع کے لئے خدا تعالیٰ کا نبی ظہور فرماتا ہے''۔

ناظرین! یہ مضمون متعارض ہے۔ مضامین ''توضیح المرام'' و ''ازالۃ الاوہام'' کے۔ جہاں لکھا ہے کہ میری اور مسیح علیہ السلام کی محبت کے سلسلوں کے نر و مادہ سے روح القدس پیدا ہوتا ہے اور ملائکہ ارواح کواکب ہیں اور زمین پر نہیں اترتے۔

دیکھو!...... ''توضیح المرام'' صفحہ ۳۰ الخ۔ ''جبرائیل جس کا سورج سے تعلق ہے وہ بذات خود اور حقیقتاً زمین پر نہیں اترتا ہے۔ اس کا نزول جو شرع میں وارد ہے۔ اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبرائیل وغیرہ فرشتوں کی، انبیاء دیکھتے تھے وہ جبرائیل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انسان کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔

ملکوت بذات خود زمین پر اتر کر قبض روح نہیں کرتا بلکہ اس کی تاثیر سے قبض روح ہوتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں۔ وہ سیاروں کے لئے جان کا حکم رکھتی ہیں۔ لہٰذا وہ کبھی سیاروں سے جدا نہیں ہوتے''۔

ناظرین! یہ وہی پرانی مشرکانہ تعلیم ہے جو یونانی حکماء کے خیال تھے۔ جن کی تردید آج جدید علوم ہیئت اور سائنس سے ہو رہی ہے۔

آفتاب و مہتاب ستارے و سیارے وغیرہ اجرام سماوی سب کے سب کرے ہیں جو بذریعہ اسطرلاب و رصد وغیرہ جدید آلات کے پروفیسران جرمن، فرانس، امریکہ نے مشاہدہ کیا ہے کہ ان میں آبادیاں ہیں اور مریخ وغیرہ میں انسان جیسی آبادی ہے۔

سیاروں اور ستاروں اور شہاب ثاقب وغیرہ اجرام سماوی کا وجود، مفصلہ ذیل اشیاء سے مرکب پایا گیا ہے: لوہا، کانسی، گندھک، سِکہ، کمشیا چونا (لائیم)، الومینا، پوٹاش، سوڈا، آکسائیڈ آف منگیز، تانبہ، کاربن۔ ماخوذ از ''موررانیہ جیالوجی'' مصنفہ ڈاکٹر سیریل کینس، صفحہ ۵۵۔ جو صاحب زیادہ اجرام فلکی کی ترکیب کی تحقیقات کا شوق رکھتے ہوں۔ اس کتاب کو دیکھیں۔ پھر مرزا صاحب کا کمال اور علم و فضل و کشف من جانب اللہ معلوم ہوگا۔

تعجب ہے کہ یہ اپنی ہی تحریر کے برخلاف ہے۔ آپ خود ''براہان احمدیہ'' میں جب ہندوؤں پر اعتراض کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ وہ ۳۳ کروڑ دیوتا کو الوہیت کے کاروبار میں خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

دیکھو!...... ''براہان''، صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۳۔ ''اور اب خود ہی یہاں فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ اور ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں اور ملائکہ دیوتا فرشتوں کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک ہی ہیں''۔ تو جو اعتراض مرزا صاحب نے ہندیوں پر کیا تھا کہ وہ ۳۳ کروڑ دیوتا کو خدا کے کاروبار میں شریک کرتے ہیں۔ وہی آپ پر آتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ ارواح کواکب اور نجوم کو کاروبار الوہیت میں خود شامل فرماتے ہیں۔

''ازالہ''، صفحہ ۶۵۔ میں ''تفسیر معالم'' کا حوالہ دیکر کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے فرشتوں کا آنا اور روح کا لے جانا تسلیم کرتے ہیں اور یہاں فرشتوں کا آنا زمین پر نہیں مانتے۔ خود ہی اپنی تردید فرماتے ہیں۔

دیکھو!...... ''ازالہ''، صفحہ ۶۸۔ ''مگر اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہن کی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی

ہے''۔

ناظرین! معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کے عقلی دلائل کے خوف سے آپ اپنے دینی مسائل سے انکار کر رہے ہیں اور ناجائز تاویلات سے عقل کے مطابق کرنا چاہتے ہیں تو پھر کیوں سرسید مرحوم کی تعلیم من کل الوجوہ قبول نہیں کرتے۔ اور اس کی بعض باتیں تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔ پکے نیچری کیوں نہیں ہوتے اور سب ارکانِ اسلام کو رخصت نہیں کرتے۔ کیا یہ معقول ہے کہ خدا تعالیٰ آپ سے باتیں کرتا ہے اور وہ بھی جھوٹی نکلتی ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ آپ کا نکاح آسمان پر پڑھتا ہے اور زمین میں اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

دوم:۔ سحر سامری کا کون قائل ہو سکتا ہے؟

سوم:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا سرد ہونا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو غیب سے خوراک کا ملنا۔ جس کے آپ قائل ہیں۔ کون مان سکتا ہے؟

چہارم:۔ فرشتوں کی آواز کا سننا۔ آسمان کے دروازوں کا کھلنا خدا کی گود میں بیٹھنا۔ خدا کو دھندلی نظر سے دیکھنا۔ قبور میں دوزخ کی کھڑکیاں ہونا۔ قرآن کو آسمان سے دوبارہ لانا۔ یہ کونسی فلاسفی ہے؟ اور کن جدید علوم کے موافق ہے؟

قیامت کے دن حشر بالا جساد پر کس کا ایمان لانا ممکن ہے۔ کیونکہ جسم گل سڑ گئے ہوں گے۔ بس پھر کھلے کھلے نیچری کیوں نہیں ہوتے۔ پھر ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کھیلتے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور نیچریت کے مسائل کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے ناحق قرآن کے مدعی ہوتے ہیں۔

تعلیم و عمل مرزا صاحب

''حقیقۃ الوحی'' صفحہ ۷۔ ''خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کا لالچ، تکبر، عجب، ریا، نفس پرستی اور دوسرے اخلاقی رذائل حقوق اللہ اور حقوق العباد اور طرح طرح کے حجاب شہوات

خواہشات نفسانی قابل صدر فیضان مکالمہ اور مخاطبہ اللہ کا مانع ہے''۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۸۔'' بلکہ کمال انسانی کے واسطے اور بہت سے لوازم و شرائط ہیں اور جب تک وہ متحقق نہ ہوں تب تک یہ خوابیں اور الہام بھی مکر اللہ میں داخل ہیں''۔

ناظرین! اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ مذکورہ بالا بیان رسمی اور معمولی پیروں کی طرح بیان ہی بیان ہے اور دوکانداری ہے۔ یا اس پر انہوں نے خود عمل کر کے وہ مرتبہ حاصل کیا ہے۔ اگر ان کے عمل انکے بیان کے مطابق ہوں گے تو ان کا مرتبے پر پہنچنا ثابت ہے۔ ورنہ وہی مثال نصیحت برائے دیگراں صادق آئے گی۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر نظر انکے اعمال پر ڈالی جائے کیونکہ پیر کا عمل مرید کے واسطے نمونہ ہوتا ہے۔ جب پیر کا عمل اس کے گفتار کے مطابق نہ ہوگا تو مرید کس طرح اس کی تعلیم پر عمل کر سکتا ہے؟ اب ذرا مختصر حالات عمل مرزا صاحب گوش ہوش سے سنو۔

ابتداء میں آپ پندرہ روپے کے ملازم ضلع سیالکوٹ میں تھے اور وہاں حکام کی ان بن سے تنگ تھے۔ کیونکہ ان کو علم کا غرور تھا اور افسر ہمیشہ خوشامد چاہتے ہیں اور یہ خوشامدی نہ تھے۔ اس واسطے نوکری سے بیزار تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اس بندگی یا غلامی کی زندگی سے نجات ہو۔ کوئی اور کام کیا جائے، چنانچہ آپ نے قانون کا امتحان دیا مگر قسمت کی خوبی سے فیل ہو گئے۔ ایک رائے صاحب نے ان کو رائے دی کہ چونکہ آپکو ابتداء عمر میں یعنی مکتب خانہ میں بھی بحث و مباحثہ کا شوق تھا اور آپ وہاں تحفۃ اللہ، تحفۃ الہنود، خلعت الہنود وغیرہ کتابیں سُنّی و شیعہ اور عیسائی مذہب کی دیکھا کرتے تھے۔ اور اس فن میں آپ کو مہارت ہے اگر آپ مناظرہ کی کتابیں تالیف کریں اور کل مذاہب کی تردید کی کتابیں لکھ کر فروخت کریں تو چند ہی دنوں میں آپ کی شہرت ہو جائے گی۔ اور آپ کو معقول آمدنی شروع ہوگی جس سے آپ کو نہ نوکری کی پرواہ ہے گی اور نہ کسی اور کارخانہ کے

چلانے کی۔ اس رائے سے ان کے دوسرے دوستوں نے بھی اتفاق کیا اور آپ سیالکوٹ سے لاہور تشریف لائے اور مسجد چنیاں والی میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملاقی ہوئے۔ اور فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک ایسی کتاب لکھوں کہ کل ادیان کا بطلان کرے اور حقیقت اسلام ظاہر کرے۔ مولوی صاحب نے اتفاق رائے کی اور مرزا صاحب نے اشتہار جاری فرمایا کہ ایک کتاب ایسی جسمیں تین سو دلیل صداقت اسلام پر ہوگی۔ جس کی قیمت دس اور پانچ روپے بمد پیشگی قرار پائی۔ چونکہ اس زمانہ میں ایک عجیب رنگ زمانہ کا تھا کہ تمام طرفوں سے اسلام پر ہر مذہب کے لوگ اعتراض کرتے تھے اور صرف ایک سرسید مرحوم ہے جن کو اسلام کی حفاظت کا عشق تھا اور اس نے اپنی قوت، ہمت، دولت، عزت وغیرہ سب اسلام پر فدا کر کے کمر ہمت ایسی باندھی تھی کہ جس کی نظیر نہیں۔

مرزا صاحب کا ایسے وقت میں اشتہار ایسا تھا کہ جیسا کہ بھوکے کو روٹی یا اندھے کو آنکھ۔ پھر کیا تھا، تمام اطراف سے اہل اسلام نے مرزا صاحب کو ہر طرف سے امداد دینی شروع کی اور جیسے شمع پر پروانہ گرتا ہے، مرزا صاحب پر فدا ہونے لگے۔ اور چاروں طرف سے اہل اسلام نے روپے بھیجنے شروع کئے اور مرزا صاحب کو ایک اسلامی پہلوان یا مناظر سمجھ کر ان کی امداد فرض سمجھ کر دل و جان سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور مرزا صاحب کو چاروں طرف سے روپیہ آنا ایسا شروع ہوا کہ مالا مال ہو گئے۔ قرضہ تمام بھی اتر گیا اور خود بھی آسودہ ہو گئے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”جہاں مجھ کو دس روپیہ ماہوار آمدنی کی امید نہ تھی لاکھوں تک نوبت پہنچی۔ پھر ”براہین احمدیہ“ کی جلدیں بھی نکلنی شروع ہوئیں“ مگر ”براہین احمدیہ“ کے لکھتے لکھتے مناظر اسلام سے مجدد و مثیل مسیح و مہدی ہونے کا خیال ہو گیا اور انہوں نے جھک جھک کر اپنا دعویٰ شائع کیا اور پھر نبوت کے دعویٰ تک بھی نوبت پہنچی۔ پھر کیا تھا علماء اسلام نے کفر کا فتویٰ دیدیا۔ اور لوگوں نے جن کو دین اسلام کی حمایت منظور تھی

اورانہوں نے اس غرض کے واسطے روپے بھیجے تھے مرزا صاحب سے برگشتہ ہو گئے کہ مرزا صاحب تو اپنی نبوت کا سکہ اہل اسلام پر جمانے لگے ہیں کیونکہ مخالفین اسلام میں سے تو ایک بھی مسلمان نہ ہوا اور نہ ان کے مناظرہ سے کچھ فائدہ ہوا۔ صرف مسلمانوں کو ہی بیوقوف سمجھ کر اپنا اُلو سیدھا کرینگے اور نبوت کا دعویٰ کرینگے۔ چنانچہ پیشگوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا، خواہ ناقص یا ظلی کا لباس اس پر پہنایا۔ یہ لوگ منشی عبدالحق صاحب، بابوالٰہی بخش صاحب، حافظ محمد یوسف، بابو میراں بخش اکاؤنٹنٹ مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ وغیرہ تھے اور وہ لوگ تو پیچھے ہٹ گئے مگر چاروں طرف سے کتاب ''براہین احمدیہ'' کی مانگ شروع ہوئی اور تقاضا ہونے لگا کہ کتاب معہود جس کی قیمت وصول کی گئی ہے خریداروں کے پاس پہنچنی چاہیے ورنہ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ مگر مرزا صاحب نے بجائے دلائل صداقت دین وحقیقت اسلام جس کا وعدہ تھا، اپنی تعلیم اور اپنے الہامات اپنے دعویٰ کی تصدیق میں تصنیف کر کے ''حقیقۃ الوحی'' نام رکھ کر کہہ دیا کہ یہی جلد پنجم ''براہان احمدیہ'' ہے۔ چونکہ اختصار منظور ہے، بہت مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔ جس کو زیادہ شوق ہو وہ کتاب ''چودہویں صدی کا مسیح'' مطبوعہ سیالکوٹ دیکھ سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ آمدنی بروئے شرع جائز ہے؟ کہ وعدہ تو کیا کہ تین سو دلیل عقلی حقیقتِ اسلام پر دوں گا اور پھر لکھا کہ چونکہ قیمت کتاب سو روپیہ ہے اور کتاب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے اور اس کے عوض دس یا پندرہ روپیہ قرار پائی ہے۔ دیکھو اشتہار پس پشت ''براہین احمدیہ'' جلد سوم مطبوعہ ۱۸۸۲ء۔ اور لوگوں کا روپیہ جس غرض کے واسطے انہوں نے دیا تھا۔ وہاں خرچ نہ کیا بلکہ لنگر جاری کر کے معمولی پیروں کی طرح جال پھیلایا۔ اور اسی روپیہ سے اپنے دعویٰ کی تصدیق یعنی اثبات نبوت اور اس کی شہرت میں خرچ کیا اشتہار چھپوائے۔ اور اپنی تالیفات فتح اسلام، توضیح المرام، حقیقۃ الوحی، تحفہ گولڑوہ وغیرہ وغیرہ کتب میں صرف کیا۔ اور

''براہین احمدیہ'' جس کا وعدہ تھا وہ شائع نہ کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دراصل کوئی کتاب نہ تھی صرف پہلی جلد میں اشتہار، دوسری وتیسری جلد میں مقدمہ اور تیسری کی پشت پر اشتہار کہ تین سو جُز تک کتاب بڑھ گئی ہے، بالکل غلط اور دھوکا دہی تھی کیونکہ چوتھی جلد میں صرف مقدمہ اور ۸ تمہیدات ہیں اور صفحات ۵۱۲ ہیں۔ تمہیدات کے بعد ''باب اول'' شروع ہوا ہے جس میں وہ تین سو دلائل جن کا وعدہ دیکر روپیہ جمع کیا تھا، ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ چہارم جلد کی پشت پر اشتہار دیدیا کہ اب ''براہین احمدیہ'' کی تکمیل خدا نے اپنے ذمہ لے لی ہے اور ''حقیقۃ الوحی'' کا نام جلد پنجم تصور کر کے بیگانہ مال اپنا بنالیا۔ اب کوئی احمدی بتا سکتا ہے کہ وہ تین سو دلیل اور تین سو جزو کی کتاب کہاں ہے؟ جسکی قیمت بمد پیشگی وصول کی گئی تھی؟ اگر زرِ چندہ اس غرض پر خرچ نہ کیا جائے جس کے واسطے جمع ہوا تھا بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کیا جائے تو یہ حلال ہے یا حرام؟

اگر کوئی شخص حمایت اسلام کے واسطے روپیہ جمع کرے اور حمایت اسلام نہ کرے بلکہ اسلام کی مخالفت کرے اور شرک بھری تعلیم دے تو وہ روپیہ اس کے واسطے جائز ہے یا ناجائز اور ایسے روپے کھانے سے قلب انسانی سیاہ ہوتا ہے یا روشن؟

مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کی ایک دلیل یا نشان آسمانی یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ جہاں مجھ کو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی کی امید نہ تھی اب مجھ کو لاکھوں روپیہ سالانہ آتا ہے۔ اور ابھی تالیفات کی آمدنی الگ ہے اگر فریب سے روپیہ جمع کرنا اور لوگوں کو دھوکا دیکر من جانب اللہ ہونا جائز ہے تو بیشک آپ مرسل وغیرہ جو کہیں ہم مان سکتے ہیں۔ اور اگر یہ دیانت وامانت اور اتقاء اور حقوق العباد کے برخلاف ہے تو کون مان سکتا ہے؟ اگر یہی دلیل صداقت کی ہے تو کئی ڈاکٹر جھوٹے اشتہار دیکر جو پانچ روپیہ سے، پانچ لاکھ روپیہ کے آدمی ہو گئے ہیں بدرجہ اعلیٰ من جانب اللہ اور نبی ہونے کے مستحق ہیں۔

دوم:۔ نعمت مکالمہ الٰہیہ سوا تزکیہ نفس اور جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی توجہ کسی خاص کام کی طرف لگی ہوئی ہو اور اس کا بوجھ اس کے دل پر ہو تو وہ دوسرے کام کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ جب مرزا صاحب کا دعویٰ تمام مذاہب کے برخلاف تھا اور انکے دل پر تمام مخالفین کے اعتراضات کے جواب دینے اور جرح کرنے کا بوجھ تھا اور روزی بھی ایسی مشکوک تھی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تو پھر ان کا دعویٰ کہ ''خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے اور مجھ کو ابن اللہ کہتا ہے، مرسل کر کے پکارتا ہے اور میرا تخت انبیاء علیہم السلام کے اوپر پہنچا تا ہے''۔ کہاں تک درست ہے۔

سوم:۔ جو معیار انہوں نے خود مقرر کیا ہے اسی کے رو سے وہ سچے نہیں مانے جاسکتے۔ دیکھو حاشیہ نمبر ۲، صفحہ ۳۰۴، براہین۔ کیونکہ اولیاء اللہ دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کا کمایا ہوا روپیہ سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ پھر اس میں مخاطبہ و مکالمۃ اللہ کا ہونا محال ہے پس مرزا صاحب لوگوں کا بے تحقیق مال کھا کر کیونکر شرف مکالمہ ذات باری پاسکتے ہیں۔

ناظرین! شاعرانہ خیال سے علم تعبیر خواب، علم نجوم ورمل سے کوئی شخص اولیاء اللہ نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ نبوت کا مدعی ہو۔ باقی رہی معتقدین کی کہانی سو یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنے پیر پر ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا بلکہ سب سے اس کو افضل جانتا ہے۔ بت پرست بھی اپنے اپنے بتوں پر ایسا اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ پیر پرست اپنے اپنے پیر پر۔ جیسا کہ ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ آٹے کا ٹھاکر بنا کر اس کی پوجا کیا کرتی تھی۔ ایک روز کتا اس ٹھاکر جی کو لے بھاگا۔ اس وقت اس عورت نے بڑبڑا کر کہا کہ مہاراج تم تو بڑے ہی رحم دل ہو کہ کتے شریر کو بھی سزا نہیں دیتے۔ بجائے اس کے کہ اس عورت کا اعتقاد ٹوٹ جاتا بلکہ اور زیادہ ہوا۔ یہی حال مرزائیوں کا ہے

کہ چاہے لاکھ نص قرآنی پیش کرو نہ مانیں گے اور قادیان کی طرف سے سب رطب و یابس بلا دلیل تسلیم کرتے ہیں۔

چہارم مرزا صاحب کے ایک خط کو یہاں نقل کرتا ہوں جس سے ان کا انصاف تزکیۂ نفس اور نفی خواہشات نفسانی و توکل علی اللہ کا پتہ لگتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی۔ والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھاؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور الدین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے اور اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ ہم کو بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنا اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا جس کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اس طرف عزت بی بی فضل احمد کو طلاق پڑ جائے گی۔ تو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ آپ بجز قبول کرنے کی کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک ذرہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح کی کوشش

کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی، مگر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔

(راقم: مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

ایک طرف محمدی کے باپ مرزا احمد بیگ کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی لڑکی محمدی بیگم کا میرا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے اور مجھ کو اس الہام پر ایسا ایمان ہے جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ پر میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ بات اَن ٹل ہے۔ یعنی خدا کا کیا ہوا ضرور ہوگا۔ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئیں گی، اگر آپ کسی اور جگہ نکاح کریں گے تو اسلام کی بڑی ہتک ہوگی، کیونکہ میں دس ہزار آدمی میں اس پیشگوئی کو مشتہر کر چکا ہوں۔ اگر آپ ناطہ نہ کریں گے تو میرا الہام جھوٹا ہوگا اور جگت ہنسائی ہوگی۔ جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز نہیں بدل سکتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورے پورے معاون نہیں۔ دوسری جگہ ناطہ غیر مبارک ہوگا۔...... (الخ)

(خاکسار غلام احمد ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء)

اسی مضمون کا ایک خط مرزا علی شیر کو لکھا جس میں وہی مضمون دھمکی اور لجاجت آمیز فقرے تھے۔ بغرض اختصار نہیں لکھتا۔ یہ خط ۴ مئی کو اقبال گنج سے لکھا تھا۔

ناظرین! اب صرف معاملہ غور طلب یہ ہے کہ ان خطوں سے جن کا ایک ہی مضمون ہے کیا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

اوّل: الہام جھوٹ تھا۔ اگر اپنے الہام پر ایمان تھا کہ جیسا کہ وہ خود قسم کھا کر لکھتے ہیں تو پھر ایسے خطوط لکھنے اور الہام کو سچا کرانے کی کوشش کرنیکی کیا ضرورت تھی، نکاح جو آسمان پر ہوا تھا زمین پر ضرور ہوتا۔

دوم: جھوٹی قسم کھائی ثابت ہوئی، کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے آسمان پر نکاح ہوتا تو زمین پر کیوں نہ ہوا۔ یہ قسم صرف لڑکی کے والدین اور ورثا کو یقین دلانے کے واسطے کھائی تاکہ وہ یقین کر جائیں۔

سوم: خدا تعالیٰ کا بھروسہ چھوڑ کر انسان عاجز کی منت خوشامد کرنا منافی دعویٰ نبوت ہے۔

چہارم: خدا پر بہتان باندھنا کہ اس نے آسمان پر نکاح کیا ہے حالانکہ یہ غلط نکلا۔

پنجم: انصاف کا خون کر کے ایک بے گناہ عورت کو طلاق دلوانا یعنی عزت بی بی کا کیا قصور تھا کہ اس کو طلاق ہوتی۔

ششم: اپنے بیٹے فضل احمد کو انصاف کرنے کے بدلے یعنی اگر وہ بیوی کو طلاق نہ دے تو اس کو عاق کرنا۔

ہفتم: الہامات کا راز کھلتا ہے کہ اپنے الہامات وہ اسی طرح سچے کرانے کی کوشش کرتے رہے۔ اور جو الزام اُن پر عبداللہ آتھم اور لیکھرام کے متعلق لگائے گئے تھے، وزن رکھتے تھے۔

ہشتم: زبردستی سے برخلاف مرضی ولی محمدی بیگم کے نکاح کی خواہش کرنا۔

نہم: مرزا صاحب خدا کے مقبول نہ تھے اور نہ مستجاب الدعوات۔ کیونکہ بقول ان کے اگر خدا ان کی مانتا تو آسمان پر نکاح کر کے بندوں سے اپنے دوست اور رسول کی بے عزتی نہ کراتا اور اس کا الہام نہ جھٹلاتا۔

دہم: جو جو صفات آپ نے فنافی اللہ اور بقاء باللہ والوں کی نسبت تحریر فرمائی ہیں کہ وہ لوگ خواہشات نفسانی سے پاک ہو کر دنیا و مافیہا سے غافل ہوتے ہیں، غلط ہے۔ ایسی ایسی چالیں و منصوبے تو دنیاداروں کو جو ہمہ تن دنیا کے ہوتے ہیں، نہیں سوجھتیں۔ جو جو تدابیر مرزا صاحب نے اس ناطہ کے حاصل کرنے اور اپنے الہام کے سچا کرنے میں کیں، خطوط

پھر غور سے پڑھو۔

یازدھم: فضیلت توکّل کو بالکل ہاتھ سے دیدینا اور اپنے نفس کی خواہش نہ پوری ہونے سے اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی نہ ہونا اور معمولی دنیاداروں کی طرح اپنے قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا جو کہ خلاف قرآن ہے۔

دوازدھم: وراثت سے محروم کرنے سے فضل احمد کا رازق ہونا کہ اب وہ بھوکا مریگا اور اخلاقی کمزوری دکھانا اور نص قرآنی کے برخلاف قطع تعلق قریبی رشتہ داروں سے کرنا۔

ناظرین! اب کوئی شک کرسکتا ہے کہ مرزا صاحب کا عمل ان کی تعلیم کے مطابق نہ تھا۔ صرف ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور تھے۔ اس پر اگر مسلمان ایسے شخص کو امامِ وقت مانیں تو کس طرح مانیں۔ تحریر میں تو آسمان پر چلا جائے، خدا کی گود میں جا بیٹھے، احدیت کی چادر میں مخفی ہو جائے، ابن اللہ بن بیٹھے، نبی اور مرسل ہو، مگر عملی ثبوت یہ دے کہ ایک معمولی اخلاق کا آدمی بھی ایسی بے انصافی اور کمزوری ظاہر نہ کرے۔ اب احمدی جماعت کے لوگ ہمیں فرمائیں کہ کونسا گن ہے جس کی بنا پر ان کو پیر اور امام مانا جائے۔ اور خاص کر اس روشنی کے زمانہ میں پیری مریدی کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آگے پیروں کے پیچھے لگ کر اسلام کی تھوڑی گت بنی ہے جو اب پیر پرستی شروع کریں۔ اگر کوئی صداقت ہے تو بتاؤ، صرف دعویٰ بلادلیل کون مان سکتا ہے؟

مرزا صاحب کے مرید کہتے ہیں کہ وہ صوفی المذہب تھے۔ اس واسطے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذرا صوفیائے کرام کے قول اور فعل سے مرزا صاحب کے قول اور فعل کا مقابلہ کر کے دیکھیں کہ کیا یہ سچ ہے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو سو پیر کی خدمت کی۔ مجھ کو نعمت فقر، گرسنگی، بے خوابی اور دنیا ترک کرنے اور جو کچھ اس میں، میں دوست رکھتا تھا اور

جو چیز میرے آنکھوں میں اچھی معلوم ہوتی تھی ملی ہے۔ مرزا صاحب نے کسی پیر کی خدمت نہیں کی، لذیذ اور مقوی غذائیں کھائیں اور خواب آرام نہیں چھوڑا۔ کبھی ہمہ تن ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول نہیں رہے۔ جو شخص تمام دنیا کو چھیڑ کر مخالف بنالے وہ اُن کو جواب دے یا مشغول بخدا ہو۔ ہذیانی تو ہر ایک اولیاء ہوسکتا ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس راہ فقر کو وہی شخص پاتا ہے کہ:

''کتاب خدا بر دستِ راست گیرد، وسنت مصطفیٰ ﷺ بر دستِ چپ و در روشنی ایں ہر دو شمع میرود۔ تانہ در مغاکِ شبہت افتد و نہ در ظلمتِ بدعت''۔

مرزا صاحب نے مسیح موعود بننے کی خاطر صریح قرآن وحدیث واجماع امت کے خلاف کیا اور حضرت مسیح کی ممات وحیات میں خلاف قرآن وحدیث تاویلیں کیں۔ معجزات سے انکار کیا۔ ملائکہ کی تعریف ارواح کواکب کی۔ اپنی تصویری بدعتِ شرک کو جس سے ۱۳ سو برس تک اسلام پاک چلا آتا تھا، رواج دیا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر در نماز اندیشہ دنیا آمدے آں نماز را قضا کردے۔ و اگر اندیشہ آخرت در آمدے سجدہ سہو کردے''

مرزا صاحب کو جنھوں نے تمام دنیا کو چھیڑ کر ان کو جواب دینے اور تاویلات کرنے کا ذمہ لیا تھا۔ کب ایسی نماز نصیب ہوسکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''کہ یک دفعہ دعا برائے شفا کردم ہاتفے آواز داد کہ اے جنید درمیان بندہ وخدا چہ کار داری۔ تو درمیان ما میا۔ ہر آنچہ فرمودہ اندت مشغول شو در آنچہ ترا ابتلا کردہ اند صبر کن۔ ترا یہ اختیار چہ کار؟''

ناظرین! حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے الہام کو دیکھو کہ کس طرح مقام عبودیت والوہیت کا لحاظ ہے۔ اور مرزا صاحب کے الہامات سے وزن کرو کہ وہ کیا تعلیم دیتے ہیں۔ کہ اگر تجھ کو

پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ تو سردار ہے تیرا تخت سب انبیاء کے اوپر بچھایا گیا ہے۔

ع ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے الہام کے مقابلہ میں وساوس ہیں یا نہیں؟ تکبر و خودستائی و خود پسندی ہے۔ جس سے عبودیت والوہیت کا کچھ فرق نہیں پایا جاتا۔ کبھی مرزا صاحب کو بھی خدا نے ان کی لغزش پر تنبیہ فرمائی؟ ہرگز نہیں۔ مرزا صاحب نے کبھی نہیں لکھا کہ مجھ کو وسوسہ ہوا یا خدا تعالیٰ نے مجھ کو یہ نصیحت کے طور پر فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ الہام خدائی نہ تھے بلکہ وساوس تھے کہ اسبابِ غرورِ نفس تھے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا پاؤں درد کرتا تھا۔ میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور دم کیا۔

''ہاتفے آواز داد کہ شرم نداری کہ کلام ما را در حقِ نفسِ خود صرف کنی''۔

اور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں کسی درویش نے سوال کیا اور میرے دل میں گذرا کہ یہ شخص تندرست ہے اور سوال کیوں کرتا ہے؟ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک طبق سرپوش میرے آگے رکھا گیا ہے۔ جب اس سرپوش کو اٹھایا تو وہی درویش مردہ اس میں تھا۔ میں نے کہا کہ میں مردہ نہ کھاؤں گا جواب دیا گیا کہ چرا در مسجد خوردی۔

ناظرین! مرزا صاحب کے الہامات تمام خواہش نفس پر مملو ہیں۔ تو عیسیٰ ہے۔ تیرے دشمن تباہ ہونگے۔ خدا تیری مدد کو لشکر لے کر آرہا ہے۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کس شخص کی وساوس سے حفاظت کرتا ہے کہ ذرا لغزش ہو تو فوراً عتاب کے طور پر متنبہ کر دیا۔ یا خودستائی اور اپنی بڑائی کے الہام تاکہ نفس زیادہ سرکش ہو یا اس کے خواہش کے مطابق نکاح آسمان پر پڑھا جائے۔ کبھی بھی مرزا صاحب کو ایسا الہام ہوا ہے کہ تو غلطی پر ہے یا مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ مجھ کو ایسا وسوسہ ہوا ہے۔

حکایت: کسی شخص نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ میں ننگا اور بھوکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ: "برو ایمن باش کہ خدا برہنگی و گرسنگی بکسے ندہد کہ بروے تشنیع زند۔ و جہاں را پر از شکایت کند بصدیقان و دوستان خود دہد"۔

ناظرین! معلوم ہوا کہ دولت دنیا خدا تعالیٰ صدیقوں اور دوستوں کو نہیں دیتا۔ سچ ہے:

عاشقاں از بے مرادی ہائے خویش   با خبر گشتند از مولائے خویش

مرزا صاحب کی ملازمت کا زمانہ اور آخری لاکھوں روپیہ کا مالک اور اس کو نشانِ صداقت قرار دینا کہاں تک درست ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "خدا تعالیٰ از بندگان دو علم مے خواہد یکے شناخت علم عبودیت و دوم علم ربوبیت۔"

مرزا صاحب کا علم ان کی تعلیم سے واضح ہو گیا ہے کہ میں اللہ ہوں اور اللہ میرے میں سے ہے ابن اللہ ہوں احدیت کے پردے میں ہوں وغیرہ۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

ناظرین! چونکہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو تو مرزا صاحب اور ان کے مرید مانتے ہیں اس واسطے ان کی تعلیم سے مرزا صاحب کی تعلیم کا مقابلہ کیا ہے۔ انصاف آپ فرمائیں کہ مرزا صاحب صوفی مذہب کہاں تک تھے۔ وہ لوگ تو دنیا سے یوں بھاگتے تھے جیسا کہ کوئی دشمن سے۔ ان کا قول ہے کہ شعر

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

صوفیائے کرام کا اصول ہے کہ چونکہ انسان کا ایک دل ہے۔ اس میں صرف ایک کی محبت کی جگہ ہے۔ خواہ وہ خدا کی محبت کو دل میں جگہ دے یا دنیائے دوں کو۔

حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی

اے آنکہ بقبلہ بتاں رو ست ترا   بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا

دل بستن بایں داں نہ نیکو ست ترا　　چوں یک دل داری بس است یک دوست ترا

کیا وہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا نہیں ہے کہ زر اور دولت حاصل کرنے کے واسطے فریب کرے، جھوٹ بولے، دھوکا دے، خلاف وعدہ کرے، عیش دنیا سے نفس کو لذت دے، اپنے دشمنان کو ڈانٹ بتائے، بعض وقت معمولی اخلاق کو بھی ہاتھ سے دیدے۔ اور پھر منہ سے کہے کہ میں خدا کے لئے لذات نفسانی کی قربانی کر چکا ہوں۔ دنیا جیفہ ہے۔ میں اس سے کنارہ کش ہوں۔ کیا ایسے شخص میں اور معمولی پیروں میں جو مریدوں کو رات دن اپنی کرامتوں کے پھندے میں پھنسا کر ان کے مال سے مزے اڑاتے ہیں۔ کچھ فرق ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا اس روشنی کے زمانہ میں اُن کی تعلیم اور خودستائی کی تصنیف ایک سچے رہبر کا کام دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا مرزا صاحب نے ہم کو معمولی پیروں کے پنجے سے چھوڑا کر قادیان میں ہمارا وہی حال نہیں کیا جو ایک زاہد نے ایک بکری کے بچے کو بھیڑیئے سے چھوڑایا اور خود گھر میں لا کر ذبح کر کے کھا گیا؟ اور کیا ہم اب زبان حال سے نہ کہیں گے کہ شعر

کہ از چنگال گرگم در ربودی　　چو آخر دیدمت خود گرگ بودی

ضرور کہیں گے اور مناسب حال ہے کیونکہ ہر ایک احمدی سے ماہواری چندہ وصول ہوتا ہے اور مال مفت دل بے رحم کی مصداق سے بے دریغ خانگی خرچ میں آتا ہے اور کالج وغیرہ لنگر میں بھی خرچ ہوتا ہے۔ جیسا ان پیروں نے نذریں لینے کے واسطے اور مریدوں سے زر وصول کرنے کا آلہ لنگر جاری کیا ہوا ہوتا ہے۔ ویسا ہی مرزا صاحب کا بھی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے چندہ وصول ہوتا ہے۔ ان دوکاندار پیروں، گدی نشینوں میں اور مرزا صاحب میں کچھ فرق ہے تو یہ ہے کہ وہ اشتہاری نہیں اور نہ کالج رکھتے ہیں۔ ویسا ہی اُن کو چندہ بھی کم ملتا ہے۔

ناظرین! کیا صوفیائے کرام کا یہی طریقہ تھا؟ وہ تو اگر طیّب لقمہ نہ ملتا تو فاقہ کشی کرتے مگر بے تحقیق لقمہ ہرگز منہ میں نہ ڈالتے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حدیث شریف میں ہے کہ "عبادات کے دس ٹکڑے ہیں اس میں سے نو ٹکڑے فقط طلب حلال ہے"۔ حدیث شریف میں ہے کہ "حلال کا کھانا کھاؤ تا کہ دعا قبول ہو"۔

حضرت نے فرمایا ہے کہ: "دس درم دے کر کوئی چیز خرید کرے اور اس میں ایک درم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا۔ اس کی نماز قبول نہ ہوگی"۔

حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غلام کے ہاتھ سے دودھ کا شربت پیا۔ جب پی چکے تو معلوم ہوا کہ یہ شربت وجہ حلال سے نہیں تھا۔ حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دفعہ صدقہ کا دودھ پلایا گیا تھا۔ انہوں نے بھی قے کر دی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر تو اتنی نماز پڑھے کہ تیری پیٹھ خمیدہ ہو جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ بال کی طرح باریک اور دبلا ہو جائے تو جب تک حرام سے پرہیز نہ کریگا تو روزہ نہ نماز مفید ہوگا اور نہ قبول ہوگا۔

وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ کوئی چیز نہ کھاتے تھے جب تک اس کی اصل حقیقت نہ معلوم ہو کہ کیسی ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ ایک دفعہ ان کی والدہ نے دودھ کا پیالہ انہیں دیا۔ پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے اس کی قیمت تم نے کہاں سے دی ہے کہ کس سے مول لیا ہے؟ بعد دریافت کل حال پوچھا کہ بکری کو چارہ کہاں سے دیا ہے۔ یعنی کس جگہ چری ہے۔ معلوم ہوا کہ بکری ایسی جگہ چری ہے جس جگہ مسلمانوں کا حق نہ تھا پس انہوں نے

دودھ واپس دیا اور شبہ میں بحالت پیاس بھی نہ پیا۔

اب ہم باادب تمام دریافت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پندرہ روپیہ ماہوار کاروزگار چھوڑ کر قناعت سے منہ موڑ کر جو قوم کا روپیہ انہوں نے جس غرض کے واسطے لیا تھا۔ جب وہ غرض پوری نہ ہوئی۔ یعنی نہ تین سو جُزو کی کتاب چھپی اور نہ تین سو دلیل مذاہب باطلہ کی بطلان میں شائع ہوئی۔ نہ قوم کو پوری کتاب حسب وعدہ جس کی قوم نے قیمت دی تھی تو اب وہ روپیہ ان کو استعمال کرنا جائز اور حلال تھا؟

دوم: بجائے بطلان ادیان باطلہ، مسلمانوں کی ہی تردید عقائد اور شرک و بدعت کی تعلیم بخلاف وعدہ کی۔ یعنی وعدہ بطلان ادیانِ باطل کا تھا نہ کہ اسلام حقہ کا۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کے ماننے والوں کو مشرک اور حضرت مسیح کو شعبدہ باز کہہ کر قرآن کے برخلاف کیا۔

سوم: جب کبھی رقوم چندہ آتی تھیں کوئی ایسی مثال پیش ہوسکتی ہے یا کوئی احمدی جماعت میں سے پیش کرسکتا ہے کہ فریسندہ چندہ کی آمدنی کا شرعی امتحان کیا جاتا تھا کہ آیا فریسندہ کی آمدنی اور چندہ وجہ حلال سے ہے اور اس میں حرام کا شبہ نہیں۔ یعنی رشوت وغیرہ ناجائز طریقہ سے نہیں اور اگر شبہ ہوا تو زر چندہ کبھی واپس کی گئی۔

ناظرین! اگر جواب نفی میں ہے اور ضرور نفی میں ہوگا تو پھر تزکیہ نفس کیا۔ مذہب صوفیائے کرام کیسا ترک، لذات کیسی تمام، کارخانہ ہی درہم برہم ہے۔ بھلا لاکھوں روپیہ آئے اور سب کو ہضم کرنے کے واسطے کچھ وجہ حلال تحقیق نہ کی جائے بلکہ اپنا طریق اس کو حاصل کرنے کا ناجائز ہو۔ یعنی وعدہ کچھ، اور کرنا کچھ، تو پھر ناجائز روپیہ سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا درجہ پانا امر محال بلکہ ناممکن اور مدعی کا دعویٰ قابل تسلیم نہیں۔

پس طریق سلامتی ایمان یہی ہے کہ الگ رہیں کیونکہ مرزا صاحب کو مسیح موعود

ماننا ان کے قول سے لازمی نہیں۔ اگر ہم مرزا صاحب کو نہ مانیں تو گنہگار نہیں اور نہ ہم پر قطع حجت ہے۔ کیونکہ پیشگوئی میں یعنی حدیث پیشگوئی میں صاف صاف عیسیٰ ابن مریم وعیسیٰ نبی اللہ لکھا ہے اور جائے نزول دمشق ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ ہم سے پوچھے گا کہ تم نے مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ کو عیسیٰ ابن مریم کیوں نہ تسلیم کیا اور قادیان کو دمشق کیوں نہ مانا تو ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ خداوند ہم کیونکر سمجھتے کہ تیری مراد دمشق سے قادیان اور عیسیٰ ابن مریم سے غلام احمد تھی۔

کیونکہ جب اسم معرفہ ہو تو وہاں استعارہ مراد نہیں ہوتا۔ دوسرا کلیہ قاعدہ ہے کہ ولدیت خصوصیت کے واسطے ذکر کی جاتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس نام کا دعویٰ نہ کرے اس لئے ولدیت لکھی جاتی ہے غلام احمد کئی شخصوں کا نام ہوسکتا ہے مگر جب ساتھ ہی ولدیت بیان ہو کہ غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ تو اس وقت اسی غلام احمد خاص شخص سے مراد ہوگی اور اس کا اور دوسرا شخص مراد نہیں ہوسکتا۔ پس عیسیٰ ابن مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھی نہ کہ غلام احمد۔ کیونکہ اگر ابن مریم نہ ہوتا تو شبہ ہوسکتا تھا اور مرادی معنی لئے جاسکتے تھے۔

مرادی معنی یا استعارہ کے معنی اسم معرفہ پر کبھی نہیں آسکتے عیسیٰ دمشق دونوں اسم معرفہ ہیں اگر اسم صفات ہوتے تو استعارہ یا مرادی معنی ہوسکتے تھے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ ہمارا ولایت سے چٹھی بھیجے کہ لارڈ جیمس ولد لارڈ سکورٹ کلکتہ میں فروکش ہوگا۔ اس کا حکم ماننا۔ مگر ایک شخص پشاور میں جاکر کہے کہ میرا نام غلام فرید ہے مجھ کو لارڈ تسلیم کرو اور بادشاہ کی مراد کلکتہ سے پشاور اور جیمس سے مراد غلام فرید ہے تو کون غلام فرید کی من گھڑت بات مان سکتا ہے۔ پس مرزا صاحب کے ماننے کے واسطے ہم پر کوئی قطعی حجت نہیں۔ مرزا صاحب کی تعلیم ماننے سے ہمارے ایمان اور توحید میں شرک واقعہ ہوتا ہے تو جائز طریق یہی ہے کہ ہم الگ رہیں اور ایمان کی سلامتی کا باعث علیحدگی میں ہے۔ انکے

ماننے میں ہمارا حرج ہے اور نہ ماننے میں کوئی حرج نہیں۔ اور وہ خود بھی مسلمانوں پر قطع حجت کر گئے ہیں کہ میرا ماننا ضروری نہیں۔ جزو ایمان نہیں۔ مانند دیگر صدہا پیشگوئیوں کے ایک پیشگوئی ہے جو رکن دین نہیں تو ہم کیوں اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالیں اور سلامتی کے کنارہ پر کیوں نہ رہیں؟ کیونکہ ان کی تعلیم مشرکانہ ہے اور شرک ایسا گناہ ہے کہ معاف نہیں ہوسکتا اور دوسری ان کا ماننا جزو ایمان رکن دین نہیں اور نہ ان کے ماننے میں کوئی حرج اور مواخذہ ہے۔ اس واسطے الگ رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ راہ نجات یعنی قرآن اور حدیث چھوڑ کر مشرکانہ تعلیم کے پیچھے پڑنا مواخذۂ آخرت اور عذاب الٰہی کا باعث ہے پس سلامتی ایمان اسی میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت توڑ کر مرزا صاحب کی بیعت قبول نہ کریں اور خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة کا مورد نہ بنیں۔ خدا تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس فتنہ اور ابتلا سے بچائے اور اس جماعت میں رکھے جو قیامت تک حق پر رہے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: "میری امت میں سے تیس آدمی ہوں گے جو جھوٹا دعویٰ نبوت کا کریں گے حالانکہ کوئی نبی میرے بعد نہیں ہے۔ مگر ایک جماعت میری امت میں سے حق پر قائم رہے گی"۔ یعنی قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والی ہے۔ آمین ثم آمین بحرمت محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

ناظرین! میں خاتمہ پر چند سوال و جواب واسطے افادہ اہل اسلام کے لکھتا ہوں تا کہ وہ ان مختصر جوابات کو یاد کر کے مقابلہ کے واسطے تیار رہیں کیونکہ مرزا صاحب کا ہر ایک مرید رات دن تیار ہے اور اسی فکر میں ہے کسی نہ کسی طرح کسی کو گمراہ کروں اور مسلمان چونکہ تیار نہیں ہوتے اس لئے ان کے دھوکا میں آجاتے ہیں۔ وہ مسیح علیہ السلام کی موت کا مسئلہ ہر ایک مجلس میں چھیڑ دیتے اور وہ خود تو طوطی کی طرح اپنے سوال و جواب حفظ کئے ہوتے ہیں اور مسلمان اس سے واقف نہیں ہوتے اس لئے متحیر ہو جاتے ہیں۔

سوال وجواب

سوال احمدی: آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود کیوں نہیں مانتے؟

جواب: چونکہ مرزا صاحب کی تعلیم مشرکانہ ہے اور یہ حضرت مسیح موعود کی شان سے بعید ہے کہ وہ شرک بھری تعلیم دے اس لئے ہم نہیں مانتے۔ کیونکہ مشرک کو نجات ہرگز نصیب نہیں ہوتی اور مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا ماننا رکنِ دین وجزوِ ایمان نہیں ہے۔ (دیکھو ازالہ اوہام ص ۱۴۰ و ۱۴۱)

سوال احمدی: توبہ کرو۔ ایسا الزام مت لگاؤ۔ کہاں اُن کی تعلیم مشرکانہ ہے؟

جواب: ۱......مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے زمین بنائی آسمان بنایا اور میں اس کی خلق پر قادر تھا۔ (دیکھو صفحہ ۷۹، کتاب البریہ)

۲......میری اور مسیح کی محبت کے نر، مادہ سے روح القدس پیدا ہوتا ہے اور یہ پاک تثلیث ہے۔ (دیکھو توضیح المرام صفحہ ۲۱) ناظرین تثلیث کیا اور پاک کیا!

۳......محمد رسول اللہ ﷺ کا آنا خدا کا آنا تھا۔ یعنی محمد رسول خود خدا ہی دنیا پر آیا تھا۔ (توضیح المرام ص ۲۸)

۴......جب کوئی شخص اعتدال روحانی حاصل کر لیتا ہے تو خدا کی روح اس میں آباد ہوتی ہے۔ (توضیح المرام صفحہ ۵۰)

۵......مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو کہا کہ تو میرے سے بمنزلہ بیٹے کے ہے یعنی ابن اللہ ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

۶......خدا کی تصویر انسان کے اندر کھچ جاتی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۶۵)

۷......انسان احدیت کی چادر میں مخفی ہو جاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۵۶)

دوم: مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی اور ان کے معجزات سے انکار کرتے ہیں۔

دیکھو دافع البلا، صفحہ ۱۱۔ وہ سچا خدا ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔

دیکھو دافع البلا، صفحہ ۸۔ خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑ دے۔

دیکھو دافع البلا، صفحہ ۱۳۔ بجز اس مسیح کے یعنی مرزا صاحب کے کوئی شفیع نہیں۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۶۲۔ میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنی کوشش سے اس نعمت سے حصہ پالیا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو اور خدا کے برگزیدہ بندوں کو دی گئی تھی۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۲۷۔ میرے قرب میں میرے رسول کسی سے ڈرا نہیں کرتے۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۷۹۔ دنیا میں کئی تخت اُترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۰۷۔ اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہِ راست پر۔

علاوہ دعویٰ نبوت کے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے انکار کرتے ہیں اور جب کبھی اُن کی غلطی یا جھوٹی پیشگوئی بتائی جاتی ہے تو نہایت گستاخی سے جھوٹا الزام تمام انبیاء علیہم السلام پر لگاتے ہیں کہ ان کی پیشگوئیاں غلط نکلتی رہیں بلکہ ان کی بے ادبی سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی نہ بچ سکے۔ ان کی بھی ایک پیشگوئی معاذ اللہ جھوٹی نکلی۔ کیا ایسا شخص امتی ہونے کا دعویٰ کرے تو سچا ہے؟ ہرگز نہیں۔

دیکھو ازالۃ الاوہام، صفحہ ۳۲۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۱۵۸، ۳۷۵۔ صاف معجزات کے منکر ہیں۔ خاص کر حضرت مسیح کو شعبدہ باز۔ سحر سامری کے کرنے والا بتاتے ہیں اور عمل بالتراب تاویل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ تالاب کی مٹی کفار بھی لا سکتے تھے اور مٹی کی مورتیں بنا سکتے تھے۔

سوال احمدی: مرزا صاحب کامل نبی نہ تھے۔ وہ ناقص اور ظلی نبی تھے۔

جواب: کامل نبی کے بعد ناقص نبی کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہماری عقل ماری ہے کہ کامل نبی کو چھوڑ کر ناقص نبی کی ناقص تعلیم مانیں۔ جیسا کہ وہ تثلیث کی تعلیم دیتے ہیں جو کہ قرآن کے برخلاف ہے: ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ......(الخ)﴾

دوم: نبی کا کوئی اُستاد نہیں ہوتا۔ وہ محض امی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بطور معجزہ علم عطا کرتا ہے تا کہ عوام یہ نہ کہیں کہ سلف کی کتابوں سے دیکھ کر بتاتا ہے اور مرزا صاحب استاد سے پڑھے ہیں۔ اس واسطے نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے سرسید مرحوم اور ابن عربی وغیرہ سلف کی تصانیف سے مضامین اخذ کر کے اپنی طرف منسوب کیے ہیں اور حقائق و معارف نام رکھا ہے۔

سوم: کسی نص شرعی سے دو قسم کے نبی کا ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ بعد محمد رسول اللہ ﷺ جس کی تعلیم خدا تعالیٰ نے کامل فرما دی۔ کسی وحی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ ناقص کے بعد کامل کو تسلیم کر سکتے ہیں کہ نقص رفع کر کے تعلیم ناقص کی تکمیل کرے۔ مگر کامل کے بعد ناقص کا آنا ناممکن و غیر واجب ہے۔ محمد رسول ﷺ کے بعد اگر کوئی ناقص نبی ہوا ہے یا کسی نے دعویٰ کیا ہے تو بتاؤ؟

سوال احمدی: جھوٹے مدعی کو بھی کبھی فروغ ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کے بہت مرید ہو گئے ہیں۔

جواب: مسیلمہ کذاب کے بہت پیرو ہو گئے تھے چنانچہ چند ہی ہفتوں میں لاکھ سے اوپر مرید ہو گئے تھے اور اس کے آگے عزیز جانیں قربان کرتے تھے اور مسلمانوں سے جنگ و جدال کرتے تھے۔ مرزا صاحب کو اگر کوئی جنگ پیش آتی تو ایک مرید بھی ساتھ نہ دیتا۔ حسن صباح و دیگر مدعیان کا حال روشن ہے کہ ان کے بہت مرید اور پیرو ہو گئے اور آخر کار فنا ہو گئے۔ یہ کوئی دلیل نہیں کہ جس کے مرید بہت ہوں وہ حق پر ہے۔ تعلیم معیار ہے اگر تعلیم

ناقص ہے تو کوئی نہیں مان سکتا۔ جب مرزا صاحب کی تعلیم خلاف شریعت محمدی ہے تو کون مان سکتا ہے؟

سوال احمدی: ہم سے حیات و ممات مسیح میں بحث کرلو اگر قرآن سے حیات مسیح ثابت کردو تو ہم مان جائیں گے۔

جواب: قرآن فرماتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ﴾ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ﴾ ﴿وَمُطَهِّرُکَ﴾ یہ ضمائر تمام حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف راجع ہیں کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اپنے قبضے میں کرلوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور پاک کردوں گا۔

اوّل: عیسیٰ روح اور جسم دونوں کو کہا جاتا ہے۔ نہ کہ صرف روح کو، کیونکہ روح تو پہلے ہی سے پاک ہے اس کو کیا پاک کرنا ہے۔

دوم: اگر رفع روح مانیں تو خصوصیت مسیح علیہ السلام کیا ہوئی۔ روح تو ہر ایک مومن کی بعد مفارقتِ جسم کے آسمان پر جاتی ہے۔

سوم: خدا کا وعدہ کہ میں تم کو اپنے قبضہ میں کرلوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور پاک کردوں گا۔ اس صورت میں سچا ہوتا ہے جب رفع جسمانی ہو اور مسیح علیہ السلام سولی پر نہ چڑھایا جائے۔ جب ہم سولی پر چڑھایا گیا مان لیں۔ تو خدا کا وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ مار کر یعنی طبعی موت سے مار کر تو خدا ہر ایک نیکوکار کا رفع کرتا ہے پھر مسیح علیہ السلام کی خصوصیت اور خدا کا یہ فرمان کہ میں تجھ کو اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کروں گا، بے ربط ہے۔ پھر صاف یہ ہونا چاہئے تھا کہ پہلے تجھ کو ماروں گا اور روح کو اٹھالوں گا۔ مگر وہاں تو صاف **یٰعیسیٰ** جو کہ روح اور جسم دونوں مرکبی حالت کا نام ہے۔ صرف روح کا رفع کہاں لکھا ہے۔ یہ بالکل محال عقلی خیال ہے کہ مسیح علیہ السلام سولی پر چڑھایا گیا ہے، مگر مرا نہیں۔ جب سولی پر چڑھانا

ملعون ہونے کی دلیل ہے تو پھر چاہے جان نکلے یا نہ نکلے۔ وہ ہتک اور بے حرمتی جو ایک نبی کی نہ ہونی چاہیے تھی ہوگئی تو پھر خدا کا وعدہ کیا ہوا۔ دوسرا یہ بالکل بودی دلیل ہے کہ یہودی معہ بادشاہ وقت ایک شخص کو سلطنت کا دشمن یا مدعی سمجھ کر سولی پر لٹکا دیں اور بغیر موت کے اُتار لیں اور اگر مسیح علیہ السلام ایسا ہی قریب المرگ ہوگیا تھا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ صلیب کے عذاب سے بیہوش و قریب المرگ ہوگیا تھا۔ مرا نہیں تو یہ بھی علاوہ خلاف عقل ہونے کے خدا کے وعدہ کے برخلاف ہے۔ وہ تو کافروں سے بچانے کا وعدہ تھا۔ جب کافروں نے طرح طرح کے عذاب سے مسیح علیہ السلام کو قریب المرگ کر دیا یا اپنے زعم میں ہلاک کر دیا اور تمام خدائی میں یہ خبر پھیل گئی اور مشہور ہوگیا کہ مسیح علیہ السلام سولی پر چڑھایا گیا اور طرح طرح کے عذابوں سے اس کو ہلاک کیا گیا تو پھر خدا کا وعدہ ﴿مُطَهِّرُكَ﴾ ﴿وَرَافِعُكَ﴾ نعوذ باللہ جھوٹا نکلا چونکہ خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا اور قرآن نے تصدیق بھی کر دی کہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ اور اللہ نے کافروں سے خفیہ تدبیر کی اور اللہ کی تدبیر غالب رہی کہ ان کو شبہ میں ڈالا کہ انہوں نے مشبہ مسیح کو مسیح سمجھ کر صلیب پر چڑھایا اور مسیح علیہ السلام کو حسب وعدہ بچا لیا اور خدا تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ اس واسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی حکمت سے کام کرتا ہے کہ کوئی تجویز اس پر غالب نہیں آسکتی اور کوئی شخص اس واقعہ کا انکار نہ کرے کہ محال عقل ہے کہ حضرت مسیح کا مثیل خدا نے بھیج دیا اور مسیح کو اٹھالیا کیونکہ وہ غالب حکمت والا ہے۔ یہ اعتقاد بالکل خلاف نص قرآنی اور حدیث نبوی بلکہ اجماع امت ہے کہ مسیح علیہ السلام سولی پر چڑھایا گیا اور مر انہیں۔

بھلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کو سولی پر لٹکایا جائے اور بموجب رواج امتحان بھی کیا جائے اور ہر ایک قسم کا عذاب بھی دیا جائے۔ مگر مصلوب کی جان نہ نکلے اور اہل مردہ اور زندہ میں تمیز نہ کرسکیں۔ چاہے کوئی کتنا ہی بے ہوش ہو اور قریب المرگ ہو۔ اس کے سانس

کا آنا جانا تو ضرور محسوس ہوتا ہے اور نبض بھی چلتی رہتی ہے۔ علاوہ براں وہاں تو کئی حکیم اور ڈاکٹر شناخت کے واسطے موجود ہوں گے کیونکہ سلطنت کے مدعی کو پھانسی دی گئی تھی۔ یہ اعتقاد علاوہ نا معقول ہونے کے خلاف واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ اس وقت ایک شخص نے مسیح علیہ السلام کی پسلی چھید کر امتحان بھی کر لیا تھا کہ مسیح مردہ ہے کیونکہ جس جگہ بھالا مارا وہاں سے لہو اور پانی نکلا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مصلوب مسیح جو مثیل تھا، واقعی مر گیا تھا اگر بفرض محال یہ مان بھی لیں کہ صلیب پر قریب المرگ تھا اور ایسی حالت نازک تھی کہ مردہ اور زندہ میں تمیز نہ ہو سکتی تھی۔ تو مدفون ہو کر تو قبر میں ضرور ہے۔ دم گھٹ کر مر گیا تھا ایسے باغی کی قبر کو بغیر پہرے و حفاظت چھوڑ دینا کہ کوئی اس کو قبر سے نکال نہ سکے معقول نہیں۔ مزید براں جب قرآن کی تائید میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَ اِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْكُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ**. ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں۔ تحقیق وہ تم میں واپس آنے والا ہے قیامت کے دن سے پہلے۔

پس جو امر قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ وہ بودی عقلی دلائل سے کیونکر مشکوک ہو سکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جیسا قرآن سمجھا دوسرا نہیں سمجھ سکتا پس رسول اللہ ﷺ کے معنی جو اخذ کئے گئے ہیں درست ہیں اور جو معنی **مُتَوَفِّیْكَ** کے تجھ کو ماروں گا کرتے ہیں، غلط ہیں۔

سوال احمدی: قرآن سے حضرت مسیح کی موت ثابت ہوتی ہے۔ دیکھو **مُتَوَفِّیْكَ** و **تَوَفَّیْتَنِیْ**...... (الخ)

جواب: **تَوَفِّی** کے معنی موت کے اس جگہ درست نہیں ہیں **اَخْذُ شَیْءٍ وَافِیًا** کے ہیں کیونکہ ﴿**مَا قَتَلُوْهُ**﴾ ﴿**وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ ﴿**رَافِعُكَ**﴾ ﴿**وَ مُطَهِّرُكَ**﴾ ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا**﴾ قرینہ معنی اخذ شے کا ہے اور یہی معنی مترجمان و مفسران نے کئے ہیں۔

اختصار کے طور پر لکھتا ہوں۔

۱..... ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب: ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ ''اے عیسیٰ ہر آئینہ برگیرندۂ توام۔ و بردارندۂ توام بسوئے خود''۔

۲..... ترجمہ رفیع الدین صاحب: ''اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف''۔

۳..... ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب: ''اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف''۔

۴..... ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی: ''عیسیٰ دنیا میں تمہاری مدت رہنے کی پوری کر کے ہم تجھ کو اپنی طرف اٹھالیں گے''۔

فائدہ: داؤ جس کا مذکور اس آیت میں ہے۔ وہ یہ تھا کہ یہودیوں نے یکا یک حضرت عیسیٰ کو گرفتار کرلیا اور براہِ عداوت ان کو سولی پر چڑھایا یہ تو یہودیوں کا داؤ تھا۔ خدا کا داؤ یہ کہ حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ ان کا ایک ہم شکل سولی دیا گیا اور وہ صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے گئے (نذیر احمد)۔

مُتَوَفِّیْکَ کا ترجمہ ''ماروں گا اور تیری روح کو اٹھاؤں گا اپنی طرف'' کسی نے نہیں کیا، اگر کسی نے کیا ہے تو بتاؤ۔ مرزا صاحب کا خود ہی مدعی ہونا اور خود ہی اپنے دعویٰ کے معنی کرنا قابل تسلیم نہیں۔

اب مفسرین نے جو کچھ معنی متوفی کے کئے ہیں۔ بیان کئے جاتے ہیں۔

۱..... تفسیر بیضاوی: **التوفی اخذ شیء وافیا والموت نوع منه**

۲..... تفسیر ابوسعود: **التوفی اخذ شیء وافیا. والموت نوع منه واصله قبض شیء بتمامه.** بھی آیا ہے۔

۳.....قسطلانی: التوفی اخذ شیء وافیا وللموت نوع منه

۴.....تفسیر کبیر: التوفی اخذ شیء وافیا والموت نوع منه

یہ کلیہ قاعدہ ہر ایک زبان کا ہے کہ جب ایک لفظ جسکے کئی ایک معنی ہوں یعنی بہت معنی ہوں تو آگے پیچھے عبارت کو دیکھا جاتا ہے اور جو معنی سیاق عبارت کے مطابق ہوں، وہی معنی درست ہوتے ہیں اب قرآن کی پہلی عبارت کی طرف دیکھو کہ کیا قرینہ ہے اور پھر خود فیصلہ ہو جائیگا کہ کونسا معنی درست ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا پر کہ خدایا مجھ کو ملعون موت سے بچانا۔ پھر خدا تعالیٰ کا وعدہ کہ میں تجھ کو اپنے قبضے میں کرلوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھ کو پاک کردوں گا کافروں کے شر سے۔ داؤ کیا کافروں نے اور خفیہ تدبیر کی اللہ نے۔ پر اللہ کی تدبیر غالب رہی کہ کافروں کو شبہ ہوا مگر مسیح نہ تو قتل ہوا اور نہ مصلوب ہوا بلکہ نہیں قتل ہوا یقیناً۔ اب آپ انصاف اور غور سے فرمائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام ملعون موت سے نجات مانگتا ہے اور خدا وعدہ دیتا ہے تو پھر **مُتَوَفِّیکَ** کے معنی اس موقعہ پر موت کے کرنے کس قدر غلطی ہے اور مذکورہ بالا آیات قرآنی کے ترجمہ کے کس قدر متعارض ہیں۔ یعنی خدا وعدہ فرماتا ہے کہ تجھ کو پاک کروں گا اور اٹھالوں گا۔ اگر یہ مانیں کہ صلیب پر چڑھایا گیا اور سخت سخت عذاب اس کو دیئے حتی کہ بے ہوش ہوگیا۔ قریب المرگ ہوگیا۔ اور عوام نے اس کو مردہ سمجھ لیا تو پھر خدا کا وعدہ کافروں سے پاک کرنے کا اور رفع کرنے کا معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرتا ہے کیونکہ جب بے حرمتی ہوئی۔ ذلت کی موت مشہور ہوئی۔ صلیب پر ملعون موت سے مرنا یہودیوں کو یقین ہوگیا تو پھر وہی مثال کہ گدھے پر چڑھے مگر پاؤں نیچے رہے تھے۔ صادق آتی ہے۔

جب ایک شخص جس بے عزتی سے ڈرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا مجھ کو اس ذلت سے بچانا اور دعا بھی قبول ہوتی ہے اور وعدہ بھی پاک کرنے اور اٹھائے جانے کا دیا جاتا ہے

تو پھر یہ اعتقاد کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا طرح طرح کے عذابوں سے اس کو تکلیف دی گئی۔ جن کے باعث وہ بے ہوش اور قریب المرگ ہوگیا۔ کیسا وعدہ کے متعارض ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ سولی پر بے ہوش ہوگیا۔ سانس اور نبض بھی بند ہوگئی اور عوام نے اس کو مردہ بھی سمجھ لیا اور پسلی چھید کر امتحان بھی کر لیا مگر مرا نہیں۔

کیا مرزا صاحب کے نزدیک مردے کے سر پر کوئی سینگ ہوتے ہیں۔ کیسی بے دلیل تاویل ہے کہ دیکھنے والے تو مردہ کہتے ہیں اور عذابوں کی سختیوں سے بے ہوش اور قریب المرگ ہونا خود مانتے ہیں مگر اپنے دعوئی میں محو ہو کر بلا دلیل کہے جاتے ہیں کہ مرا نہیں۔ یہ ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک عزت دار آدمی اپنے مکان کی نیلامی سے ڈر کر اپنی بے حرمتی سے بچنے کے لئے دعا کرتا ہے کہ خدایا مجھ کو اس ذلت سے بچاؤ اور خدا وعدہ بھی کرے کہ میں تیری عزت کا پاس رکھوں گا۔ خدا تعالیٰ کے خوش اعتقاد بندے خدا کا وعدہ بھی پورا ہونا مانیں اور یہ بھی کہیں کہ مکان کی نیلامی کا ڈھنڈورا بھی پھروایا گیا اور مکان نیلام بھی ہوا۔ ہر ایک چھوٹے بڑے میں بلکہ تمام عالم میں نیلام مشتہر بھی ہوا اور ہر ایک کو یقین بھی آ گیا کہ مکان نیلام ہوا مگر پھر بھی بلا دلیل کہنے والا کہتا ہے کہ اس شخص کی نہ تو بے عزتی ہوئی اور نہ مکان نیلام ہوا صرف بولی اور ڈھنڈورا پھروایا گیا تو کیا کوئی شخص مان سکتا ہے کہ اس شخص کی عزت بچ رہی اور خدا نے جو وعدہ کیا تھا کہ تجھ کو بے عزت نہ ہونے دوں گا۔ سچا نکلا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ پس یہی حال مسیح کا ہے کہ بے گناہ صلیب پر چڑھایا گیا۔ سخت سخت عذاب بے گناہ کو دیئے گئے۔ مار پیٹ سے ایسا بیہوش ہوا کہ مر گیا اور دفن بھی کیا گیا۔ مگر ہمارے بہادر مرزائی کہے جاتے ہیں کہ مرا نہیں۔ یہ وہی مثال ہے کہ گدھے پر چڑھایا گیا اور تشہیر بھی ہوئی، مگر خدا نے اس کی عزت بھی رکھ لی۔

بھلا اجتماع ضدین اس فلسفیانہ زمانہ میں کون مان سکتا ہے۔ قرآنی سیاق عبارت

تو یہی چاہتا ہے کہ اس جگہ **تَوَفّی** کے معنی اپنے قبضے میں لینے اور پناہ دینے کے کیے جائیں۔ نہ کہ موت کے، کیونکہ قرینہ موت کا ہرگز نہیں۔ پس جو جو معنی متقدمین مترجمان و مفسران نے کئے ہیں، وہی درست ہیں کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا ملعون موت کے الزام سے بچانے کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا۔ وہ اسی صورت میں وفا ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہ چڑھایا جائے اور نہ اس کو صلیب کے عذاب دیئے جائیں۔

مرزا صاحب نے خود بھی ''براہین احمدیہ'' میں **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ** کا ترجمہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا'' کیا ہے۔ کیا پوری نعمت سولی پر چڑھانا اور سخت سخت عذاب اور مار پیٹ اور ذلیل کرنے کا نام ہے۔ **مُتَوَفِّیْکَ** کا ترجمہ ''میں تجھ کو ماروں گا''، مرزا صاحب کے اپنے بھی برخلاف ہے۔

ازالہ اوہام، صفحہ ۳۳۲ میں مرزا صاحب نے **تَوَفّی** کے معنی نیند کے خود قبول کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ''اس جگہ **تَوَفّی** کے معنی حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت ہے جو کہ نیند ہے''۔

قرآن مجید میں **تَوَفّی** کے معنی ''لین دین پورے'' کے ہیں اور ''نیند'' کے بھی ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: (دیکھو قرآن مجید) ﴿**هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ**﴾ (پھر دیکھو قرآن مجید) ﴿**اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى**﴾

ترجمہ: ''خدا تعالیٰ موت کے وقت جانوں کو پورا قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے، ان کی **تَوَفّی** نیند میں ہوتی ہے۔ یعنی نیند میں ان کو پورا قبض کر لیا جاتا ہے پھر ان میں جس پر موت کا حکم لگ چکتا ہے۔ اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور دوسرے کو جس کی موت کا حکم نہیں دیا، نیند میں **تَوَفّی** کے بعد ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے''۔

(پھر دیکھو قرآن): ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ترجمہ:" جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے خدا ان کو ثواب پورا پورا دے گا۔ (دیکھو قرآن): ﴿ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ﴾ ترجمہ:" پھر جس نے جیسا کیا اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا"۔ ﴿وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ یعنی قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دے۔

ناظرین! قرآن مجید میں جس جگہ **توفی** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہاں ہمیشہ پورا لینے یا دینے کا مطلب اور معنی ہیں **توفی** کے معنی موت کے بھی، ایک نوع ہے۔ یعنی ایک قسم ہے جسکے مجازاً معنی موت ہوتے ہیں، نہ کہ حقیقی معنی۔ کیونکہ موت بھی اصل میں روح پر قبضہ حاصل کرنا ہے جس کے صاف صاف معنی لینے کے ہیں۔ حقیقی معنی **توفی** کے پورا لینے کے ہیں اور نیند کے بھی ہیں۔ صرف قرینہ دیکھا جاتا ہے۔ قرآن میں جس جگہ **توفی** سے مراد موت ہے۔ وہاں ضرور قرینہ ہے۔ ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾، ﴿يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ﴾، ﴿تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ غرض ہر ایک میں قرینہ موت موجود ہے۔ اگر قرینہ نہ ہوتا تو کبھی موت کے معنی نہ ہوتے اور ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ میں قرینہ موت نہیں ہے، پس معنی موت کے، غلط ثابت ہوئے۔

سوال احمدی: یہ تو عقل نہیں مانتی کہ ایک شخص ہمیشہ زندہ رہے اور جسم خاکی آسمان پر جا سکے یا زندہ رہ سکے؟

جواب: حضرت مسیح علیہ السلام کو ہمیشہ زندہ کوئی نہیں مانتا۔ بموجب حدیث شریف کے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعد نزول پنتالیس (۴۵) برس زندہ رہیں گے، نکاح کریں گے، ان کی اولاد ہوگی پھر فوت ہو کر مدینہ منورہ روضہ رسول اللہ ﷺ میں مدفون ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی قبر ہوگی۔

رفع جسد عنصری معجزہ کے طور پر تھا جس طرح کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے معجزہ تھی۔ اگر آپ معجزہ سے انکار کرتے ہیں تو ہم عقلی ثبوت دینے کو تیار ہیں۔

سوال احمدی: میں معجزہ نہیں مانتا۔ عقلی ثبوت دو۔

جواب: محال عقلی انسان اپنے جہل کے باعث کہا کرتا ہے جب اس کو علم ہو جائے تو پھر اُسی امر محال کو ممکن مانتا ہے۔

ا......اربعہ عناصر کے خواص متضاد ہیں۔ یعنی آگ، پانی، خاک، ہوا۔ یہ چاروں ایک ہی وقت ایک ہی جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور انسان اس کو محال عقلی کہتا ہے۔ مگر جب اس کو اپنی جسم کی ترکیب کا علم ہو جاتا ہے تو مان لیتا ہے کہ بیشک متضاد عناصر جمع ہو سکتے ہیں۔

۲......جسد عنصری میں ہوا۔ آگ عالم علوی سے ہیں۔ پانی اور خاک عالم سفلی سے اور یہ سائنس کا مسئلہ ہے کہ غالب عنصر مغلوب عنصر کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے۔ پس اب غور کرو کہ انسان کے جسد عنصری میں آگ و ہوا پہلے ہی عالم علوی سے ہیں اور تیسرا روح بھی عالم علوی سے ایک لطیف جوہر ہے اور پانی اور خاک دو سفلی عنصر بھی عقلاً مغلوب ہو کر اپنی ہستی دوسرے دو لطیف عنصر میں محو کر سکتے ہیں اور لطیف ہو کر عالم بالا کو جا سکتے ہیں۔ یعنی پانی اور خاک، ہوا اور آگ میں تبدیل ہو کر آسمان پر جا سکتے ہیں تو ان میں محال عقلی تو نہ رہا۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے چاہا کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کرے اور کافروں سے بچائے تو حسب وعدہ اس نے قوی عنصر یعنی آگ و ہوا میں ضعیف عناصر یعنی خاک و آب کو محو کر دیئے اور روح جو پہلے ہی عالم علوی سے تھا۔ قوت صعود عنایت فرمائے تو اس میں محال عقلی کیا ہوا بلکہ عقلاً تو ہو سکتا ہے کہ جسد عنصری آسمان پر جائے اور یہ بھی علم طبعیات کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ خاک اور پانی دو عنصر اثر قبول کرنے والے ہیں یعنی یہ جھٹ دوسرے عنصر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ پانی کا ہوا ہو جانا روزمرہ کا مشاہدہ ہے تو پھر رفع جسد عنصری محال عقلی کہنا سخت غلطی

ہے۔

سوال احمدی: مگر ایسا کبھی نہیں ہوا، اگر چہ عقلاً ممکن ہے مگر عادتاً محال ہے۔

جواب:

ا......عادتاً تو کتب سماوی سے ثابت ہے۔ حضرت ایلیا آسمان پر تشریف لے گئے چنانچہ بائیبل باب سلاطین میں لکھا ہے کہ آتشی رتھ بگولے کے ذریعہ حضرت ایلیا آسمان پر اٹھائے گئے۔ جسکو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔

۲......حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی آسمان پر جانا انجیل وقرآن سے ثابت ہے اور وہ بذریعہ ملائکہ جن کا آسمان سے آنا اور آنا جانا بلکہ بشکل انسانی متشکل ہونا۔ مرزا صاحب بھی مانتے ہیں، رفع ہوا ہوگا۔ جس طرح فرشتہ آسمان پر چلا گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی لے گیا اس میں محال کیا ہے۔ روز مرّہ کا مشاہدہ ہے کہ پرواز کرنے والا وجود نہ پرواز کرنے والے وجود کو ساتھ لے جا سکتا ہے۔

۳......حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی رفع قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ''ہم نے اسکو اٹھالیا ہے''۔

۴......حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا معراج اس جسم عنصری سے جس پر قرآن وحدیث اور اجماع اُمت ناطق ہے اور یہ معراج حضرت کا آسمان پر جانا بمعیت جبرائیل علیہ السلام ہوا تھا۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ ساتھ تھے اور آپ ایک نوری براق پر سوار تھے۔

سوال احمدی: آسمان پر تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب: یہ اعتراض بھی باعثِ جہل علوم جدیدہ سے ہے۔ میں اس جگہ صرف ایک فرنچ عالم علم ہیئت کی رائے لکھتا ہوں تا کہ آپ کو اپنی غلط فہمی ثابت ہو جائے کیونکہ اب ثابت

ہوگیا ہے کہ تمام سیاروں میں آبادیاں ہیں اور وہاں بھی حرارت یبوست تری ہوا ہے اور انسان بہ سبب تناسب تاثیراتِ عناصر وہاں زندہ رہ سکتا ہے بلکہ آسمان کے بروج بھی عناصر ہی کی سی تاثیرات رکھتے ہیں۔

فرنچ عالم علم ہیئت آرا گو صاحب اپنی کتاب ''ڈے آفٹر ڈیتھ''، صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں کہ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا سورج میں آبادی ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں، لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جائے، آیا ہم ایسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں تو اثبات میں جواب دینے سے گریز نہ کروں گا۔

سوال احمدی: جو دنیا سے ایک دفعہ مر کر جاتا ہے پھر نہیں آتا تو حضرت مسیح علیہ السلام کس طرح آسکتے ہیں؟

جواب:

اوّل: تو مسیح علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوا۔

دوم: حضرت عزیر علیہ السلام کا دنیا میں آنا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔ دیکھو ''ازالہ الاوہام''، صفحہ ۳۶۵۔ خدا کے کرشمہ قدرت نے یک لحہ کے لئے عزیر علیہ السلام کو زندہ کر کے دکھلایا۔ مگر دنیا میں آنا صرف عارضی تھا۔ جب مرزا صاحب عارضی طور پر آنا مانتے ہیں تو ناممکن نہ رہا پس نزول حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ کا دمشق میں واقعہ ہوگا۔ یعنی جس کرشمۂ قدرت سے خدا تعالیٰ عزیر علیہ السلام کو لایا اسی کرشمۂ قدرت سے مسیح علیہ السلام کو لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام بعد نزول شریعت محمدی پر عمل کرا کر پینتالیس (۴۵) برس زندہ رہ کر طبعی موت سے وفات پا کر مدینہ منورہ میں حضرت کے روضہ مقدس میں مدفون ہونگے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ مدینہ میں مقبرہ رسول اللہ ﷺ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی چوتھی قبر ہوگی۔

سوال احمدی: یہ تو حضرت محمد رسول اللہ کی کسر شان ہے کہ حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر مانیں اور ان کو زمین پر۔

جواب: یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ خدا تعالیٰ جل وعلیٰ نے ہر ایک نبی کو الگ الگ رتبہ عطا کیا ہے اور خاص خاص معجزہ عنایت فرمایا۔ ایک نبی کا معجزہ دوسرے نبی سے اکثر نہیں ملتا تو کیا اس میں کسی کی کسر شان ہے؟ ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور زندہ اٹھائے گئے تو اس میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کیا کسر شان ہے کہ وہ باپ سے پیدا ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا عطا ہوا اور ان کے واسطے دریا پھٹ گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے ایسا نہیں ہوا تو کیا اس میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کسر شان مانو گے؟ ہرگز نہیں۔

یہ وسوسہ شیطانی ہے کہ خدا تعالیٰ کے پر حکمت کاموں میں اپنے عقلی دلائل پیش کرنے۔ یہ آپ نے کہاں سے سمجھ لیا جو آسمان پر ہے افضل ہے۔ خالی پلہ ترازو کا اوپر ہوتا ہے اور پُر نیچے۔

ع خس بود بالائے دریا زیر دریا گوہر است

شیطان نے بھی خدا تعالیٰ کے آگے یہ دلیل پیش کی تھی کہ میری پیدائش آگ سے ہے اور آدم کی پیدائش خاک سے اور آپ لوگوں کی طرح سمجھ بیٹھا کہ خاک عالم سفلی سے ہے اس لئے کم رتبہ رکھتی ہے اور آگ عالم علوی سے ہے اور بلند رتبہ رکھتی ہے جس پر وہ کافر ہوا۔ پس آپ بھی خدا کے واسطے لوگوں کو دھوکا دینے کی خاطر ایسی دلیل پیش نہ کریں۔

خدا تعالیٰ نے تو زمین کو شرف بخشا اور خاکی کو نوری سے تعظیم کرائی، سجدہ کرایا مگر آپ کسر شان سمجھتے ہیں، اس عقیدہ سے توبہ کرو اور خدائی حکم کے برخلاف مت جاؤ اور مرزا

صاحب کی ہر ایک بات بلا دلیل مت مانو اور مرزا صاحب کی ایسی تقلید مت کرو کہ قرآن کے مقابلہ میں اس کی تحریر کو ترجیح دو۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا اور رسول سے تمسخر کرنا ہے کہ غیر کے قول کو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں وقعت دی جائے اور ایسا عقیدہ اسلام سے خارج کرتا ہے۔

محمد رسول ﷺ کی تو اس میں بلندی رتبہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے اس کے امتی ہونے کی خاطر آسمان پر وقت نزول کے منتظر ہیں اور بموجب احادیث بعد نزول اشاعت دین محمدی کریں گے اور مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پس اس میں افضلیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے نہ کہ کسر شان۔

سوال احمدی: حضرت عیسیٰ آسمان پر بول براز کرتے ہونگے۔ حوائج انسانی خوراک وغیرہ ضعف پیری سے مرگئی ہوں گی۔

جواب:

اوّل: تو آپ کے اس اعتراض سے مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی دینداری معلوم ہوتی ہے کہ خدا اور رسول پر ہنسی اڑاتے ہیں۔

دوم: بول براز کے ایسے مشتاق ہیں کہ تہذیب کو بھی ہاتھ سے دیدیا۔ یہ اعتراض کسی نص شرعی کے مطابق نہیں ہے۔

اب جواب سنو! کہ خدا تعالیٰ جس مخلوق کو جس جگہ رکھتا ہے اپنی حکمت بالغہ سے اس کی طبیعت و حوائج اس جگہ کے مطابق کر دیتا ہے۔ آسمان پر جس قدر مخلوق ہے۔ ان کے حوائج و ضروریات آسمان کی آب و ہوا اور خواص کے مطابق ہیں۔ وہاں کی مخلوق آپ کی طرح نہ روٹی کھاتی ہے۔ نہ پانی پیتی ہے اور نہ بول براز کرتی ہے۔ آپ کوئی موقعہ بتا سکتے ہیں کہ کسی نے آسمان سے آپ پر بول براز کیا ہو؟ ہرگز نہیں۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی

نسبت یہ اعتراض کس طرح معقول ہے۔ آپ روزمرہ مشاہدہ کررہے ہیں کہ بچہ ماں کے پیٹ میں غذا بھی لیتا ہے اور پرورش بھی پاتا ہے مگر بول براز نہیں کرتا۔ جب خدا تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی جگہ یعنی ماں کے پیٹ میں بول براز کا انتظام کردیا ہے اور خوراک بھی ماں کے پیٹ میں اس جگہ کے مطابق کردی ہے تو آسمان پر جس کا ہر ایک ستارہ زمین سے کئی درجہ بڑا ہے اور وہاں کی مخلوقات بھی زمین کی مخلوقات سے زیادہ ہے۔ بوجہ احسن انتظام کرسکتا ہے۔ جب انسان کو دانت نہیں ہوتے تو اس کے واسطے دودھ ماں کی چھاتی میں پیدا کردیتا ہے۔ حالانکہ نر مادہ یعنی عورت مرد کی نیچر ایک ہی قسم کی ہے تو خدا تعالیٰ جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اس قدر امداد کی کہ کفار کے قبضہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس کا ہم شکل بھیج کر کفار کو شبہ میں ڈالا، اس کو آسمان پر اٹھالیا اور اس کو قتل اور صلیب سے حسب وعدہ بچالیا۔ وہ اس کی خوراک وغیرہ کا انتظام نہیں کرسکتا؟ ضرور کرسکتا ہے اور اس نے کیا ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام حالت نیند یعنی خواب میں ہے اور تا نزول خواب میں رہیں گے کیونکہ توفی کے معنی خواب کے بھی ہیں اور حالت خواب میں انسانی حوائج کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ضعف پیری آتا ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "مسیح تا نزول ذکرو تسبیح میں مانند ملائکہ مشغول رہیں گے اور کھانے پینے دیگر حوائج سے پاک ہیں کیونکہ ذکر شغل ذات باری تعالیٰ ان کی غذا ہے"۔ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صوفیا کرام میں سے برگزیدہ بزرگ ہیں، فرماتے ہیں: دیکھو مستزاد جلال الدین۔ شعر

مے خواست کہ گرد و ہمہ عالم یکے دم از بہر تفرح
عیسیٰ شد و بر گنبد دوار بر آمد تسبیح کناں شد

غرض دونوں مذہبوں کا اتفاق ہے کہ حضرت مسیح رحمۃ اللہ علیہ آسمان پر زندہ ہیں اور بعد نزول

امت محمدی کی شریعت کے مطابق نکاح کر کے فوت ہو کر مدینہ میں مدفون ہونگے۔ یعنی نصاریٰ بھی نزول کے قائل ہیں اور مسلمان بھی۔ پس اس صورت میں جس قدر اعتراض مرزا صاحب نے بابت حوائج انسانی وضعف پیری وغیرہ وغیرہ کے ہیں، سب باطل ہوئے۔ ذکر وتسبیح ذات باری تعالیٰ جب زمین پر یہ تاثیر رکھتی ہے، اکثر انسان چالیس دن تک بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک کچھ نہیں کھاتے تو آسمان پر جس کی ہر ایک چیز لطف ہے۔ بدرجہ اعلیٰ انسان کو انسانی حوائج سے پاک رکھ سکتی ہے۔ قصہ اصحاب کہف بھی حوائج انسانی سے عرصہ تک پاک رہنے کا مؤید ہے۔ صرف بصیرت کی آنکھ درکار ہے۔

یہ اعتقاد کہ حضرت مسیح سولی پر چڑھائے گئے اور طرح طرح کے عذاب سے قریب المرگ ہوگئے تھے اور مرے نہیں۔ علاوہ برخلاف قرآن کے، اناجیل کے بھی جو واقعات کو بتاتی ہیں، برخلاف ہے۔ کیونکہ ہر چہار انجیل میں لکھا ہے ''کہ مسیح صلیب پر فوت ہوگئے تھے اور بعد امتحان اتار کر دفن کیے گئے اور قبر پر بھاری پتھر لگایا گیا تاکہ کوئی مردہ کو نہ نکال سکے۔ جس سے مرزا صاحب کی تاویل غلط ثابت ہوتی ہے کہ مسیح مرا نہیں ہے۔ صرف صلیب کی تکالیف سے بیہوش ہوگیا تھا اور یہودیوں کو شبہ ہوا کہ مر گیا ہے اور حقیقت میں مرا نہ تھا۔ یہ تاویل بالکل قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اگر مسیح ایسا ہی قریب المرگ اور بیہوش ہوگیا تھا کہ زندہ سے مردہ تمیز نہ ہو سکے اور باوجود امتحان بھی زندہ نہ سمجھا جائے اور داروغہ اور محافظان اس کو مردہ یقین کر کے اس کی لاتوں کو بھی نہ توڑیں کیونکہ شک کی حالت میں مصلوب کی ٹانگیں توڑی جاتی ہیں اور دونوں چور جو کہ مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے ان کی ٹانگیں توڑیں اور مسیح کو مردہ پاکر چھوڑ دیا۔ صاف دلیل یقین کرنے کی ہے کہ جو مشتبہ مسیح مصلوب ہوا تھا۔ سولی پر مر گیا تھا اور مرزا صاحب صرف اپنے دعویٰ کی خاص کر جبکہ قرآن مجید کا مضمون انکی رائے کے برخلاف ہو۔ جب مسلمان کسی حدیث متعارض

قرآن کے قائل نہیں تو مرزا صاحب کی رائے کو قرآن کے مقابل کب مان سکتے ہیں۔ پس قرآن مجید کا فرمانا کہ مسیح علیہ السلام نہ مصلوب ہوا اور نہ مقتول ہوا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا درست ہے اور مرزا صاحب کی خود تراشیدہ کہانی جو کہ اناجیل و قرآن کے برخلاف ہے کہ مسیح کشمیر میں مدفون ہے، بالکل غلط ہے۔

بحث قبر عیسیٰ علیہ السلام در کشمیر

کیونکہ سری نگر کشمیر ایسی جگہ ہے کہ وہاں کوئی عیسائی سوا کشمیری پنڈتوں کے اسلام سے پہلے باشندہ نہ تھا تو حضرت مسیح علیہ السلام جس کو تمام دنیا نے مانا ممکن نہیں جس جگہ وہ خود رہا ہوا اور موت سے مرا ہو ایک شخص بھی ایمان نہ لائے اور ایسے نبی صاحب کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی قبر جس شہر میں ہو وہاں اس کا کائی پیرو نہ ہو۔

دوم: ایسے بڑے واقعہ کو کوئی مؤرخ بیان نہ کرے بلکہ تاریخ میں تو صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ سوا ہندوؤں کے اسلام سے پہلے غیر ہندو کی کشمیر میں بود باش نہ تھی۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا ہونا غلط ہے۔

کشمیر کی تاریخ میں صاحب زبدہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''آبادیش بعد از طوفان نوح است۔ و در زمان سابق رایانِ ہندو حکمران بودند۔ چہار ہزار سال دہ صد و کری متصرف ماندند۔ تا آنانکہ در سنہ ہفت صد و نسبت و پنج ہجری بردست سلطان شمس الدین مفتوح شد۔ و زیادہ بر دو صد سال حکومت در خاندان وے بماند''۔

مفصلہ ذیل مؤرخین یعنی ابو محمد شعری مؤلف زبدہ، شرف الدین یزدی مؤلف ظفر نامہ، اخوند میر مؤلف حسب السیر، امین احمد رازی مؤلف ہفت اقلیم، محمد بن احمد مؤلف نگارستان، عبداللہ شیرازی، مؤلف وصاف خاوند، شاہ بلخی مؤلف روضۃ الصفا، مرزا حیدر

کاشغری، مؤلف تاریخ رشیدی، شیخ عبدالحق دہلوی مؤلف تاریخ دہلی، ودیگر مؤلفان باغ سلیمان، طبقات ناصری، آئینِ اکبری، اقبال نامہ۔ سب نے کشمیر کے حالات لکھے۔ مگر ایک نے بھی مسیح علیہ السلام کی قبر کا حال نہیں لکھا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ مسیح علیہ السلام سری نگر کشمیر میں فوت ہوئے نہ وہاں ان کی قبر ہے۔

سوم: مؤلف خود ساز ہے تین سال خاص سری نگر کشمیر میں رہا ہے اور اس زمانہ میں مرزا صاحب سے حسنِ ظن اور کچھ عقیدت بھی رکھتا تھا۔ مگر وہاں نہ تو قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی پائی اور نہ کسی اہل علم خاندان کے افراد سے سنا بلکہ نقشبندی خاندان اہلِ علم وہاں مشہور ہے اور بندہ سے واقفیت بھی تھی، کسی نے کبھی مسیح علیہ السلام کی قبر کا ہونا نہیں فرمایا۔ اگر الہام سے مرزا صاحب کو پتہ لگا ہے تو یہ الہام بھی عبداللہ آتھم اور آسمانی نکاح وغیرہ الہامات سے ہے کیونکہ اس کے برخلاف قرآن و اناجیل گواہی دیتے ہیں۔

پس ہر حال میں قرآن مجید کا فرمانا ہی اہلِ اسلام کے لئے معتبر ہے اور قرآن کے مطابق عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے اور مسیح کو مردہ اور اناجیل پر ایمان لانے والا مرتد ہے کہ قرآن سے پھر کر اناجیل کو ماننے لگا اور ان کو قرآن کے مقابل اعتبار دیکر اس پر عمل کرنے لگا۔ جب مسلمانوں نے اناجیل پر عمل کرنا تھا تو پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی اور ﴿اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کے کیا معنی؟ یہ قرآن مجید کی صداقت ہے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت تصدیق کی اور حضرت مریم کی عصمت کی تعلیم دی اور قرآن پاک نے ہی حضرت مسیح علیہ السلام کا نہ مصلوب ہونا اور نہ قتل ہونا اور ملعون موت سے نہ مرنا اور ذلت کی موت یعنی صلیب پر نہ مرنے کا عقیدہ تمام دنیا میں پھیلایا۔ ورنہ عیسائی نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ثابت کر سکے اور نہ یہود یوں نے جو ملعون و ذلیل موت سے مارنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشہور کیا تھا اس کی تردید کر سکے۔ یہ قرآن کا ہی معجزہ ہے کہ ایسے دقیق مسئلہ

کوصاف کردیا کیونکہ اگر بموجب اناجیل حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیب پر مرنا مانا جائے تو اس کی نبوت ثابت نہیں ہوتی اور اگر نبوت ثابت کرنا چاہیں تو ملعون موت سے نجات ہوکر ثابت ہوسکتی تھی اس لئے قرآن مجید نے صاف صاف بتادیا کہ حضرت مسیح نبی اللہ تھے اور وہ نہ مصلوب ہوئے اور نہ مقتول ہوئے بلکہ زندہ اٹھائے گئے آسمان پر اور ان کا مشبہ یعنی ہم شکل صلیب پر لٹکایا گیا اور اس پر مرا۔ جیسا کہ اناجیل میں واقعات بیان ہوئے ہیں کہ ''مصلوب مسیح صلیب پر فوت ہوا اور بعد امتحان مردہ پاکر اس کو یوسف کے حوالہ کیا گیا جس نے ان کو دفن کیا''۔ آگے جاکے اناجیل سے رفع حضرت مسیح علیہ السلام ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پھر زندہ ہوکر آسمان پر تشریف لے گئے۔ اب اناجیل اور قرآن کا صرف فرق یہ ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوا اور اٹھایا گیا اور اناجیل کہتی ہیں کہ صلیب پر فوت ہوکر پھر زندہ ہوکر آسمان پر اٹھایا گیا۔ بہرحال مسیح کی زندگی اور آسمان پر جانے میں تو دونوں مذہبوں کا اتفاق ہے اور نزول پر بھی نصاریٰ اور مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ قرآن صلیب پر چڑھنے اور مرنے کی تردید کرتا ہے اور اناجیل ثابت کرتی ہیں۔ چونکہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ نبی پھانسی دیا جائے اور اس کی ذلیل موت عوام میں مشہور ہو، اس لئے اناجیل کی سند معتبر نہیں کیونکہ ذلیل موت سے مرنا ثابت ہوگیا تو نبی نہ رہا اس لئے قرآن کی تعلیم درست ہے۔

اب اس جگہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشبہ کون ہوا اور بقول مرزا صاحب اس نے اس وقت فریاد کیوں نہ کی کہ میں اصل مسیح نہیں ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس کام کو کرتا ہے، کامل حکمت سے اس کا ہر پہلو کامل کرتا ہے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی شبیہ جس پر ڈالی گئی تھی تو اس میں تردید کی طاقت ہی نہیں رہی تھی۔ کیونکہ من کل الوجوہ وہ مثیل مسیح ہوگیا تھا اور وہ خود بھی اپنے آپ کو مسیح جانتا تھا اس لئے اس

نے صلیب پر ایلی ایلی پکارا اور جان دی۔

اور روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان کے دماغی حواس پر اگر کوئی عارضہ واقع ہو تو وہ اپنی اصلی حالت بیان نہیں کر سکتا تو پھر مسیح کا مشبہ کیونکر کہہ سکتا تھا۔ جب وہ پورا پورا مسیح بنایا گیا اور یہ ایک قدرت کا کرشمہ تھا۔

دوم: فرشتوں کا متشکل ہونا اور وجودِ عنصری میں آنا جب اہلِ اسلام میں مسلم ہے اور مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ ملائکہ بہ شکل انسان متشکل ہو کر زمین پر آ جاتے ہیں تو پھر کیا مشکل اور محال ہے کہ خدا تعالیٰ نے حسب وعدۂ خود کہ ''تجھ کو اپنے قبضہ میں کرلوں گا اور کافروں سے پاک کردوں گا''۔ کسی ملائکہ کو بشکل مسیح بھیج دیا ہو اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اٹھالیا ہو۔ کیونکہ اناجیل میں ہے کہ ''جب مریم اور دوسری عورت نے قبر پر جا کر پتھر اٹھوا کر دیکھا تو کفن خالی تھا یعنی اس میں مسیح کی لاش نہ تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ بعد دفن آسمان پر چلا گیا''۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو قبر سے کسی نے چوری نہیں نکالا۔ کیونکہ کفن خالی پایا گیا اگر کوئی چوری لے جاتا تو کفن ساتھ لے جاتا۔

اب ہمارے بعض معترضین کہیں گے کہ وہ لاش فرشتہ کہاں رکھ کے آسمان پر گیا تو اس کا جواب یہی ہے کہ جس جگہ سے لایا تھا۔

غرض خدا تعالیٰ نے جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش خاص طور پر بطریق معجزہ کی تھی اسی طرح اس کی رفع بطریق معجزہ کی۔

اور خدا تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے اور اسی شک کے دور کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ یعنی اللہ غالب حکمتوں والا ہے کافروں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانا چاہا تا کہ ان کی نبوت ثابت نہ ہو مگر خدا نے ان کے

ساتھ غالب تجویز کی کہ مشبہ مسیح بھیج دیا اور مسیح علیہ السلام کو بچالیا اور ذلت کی موت سے نجات دی اور یہودیوں کو بزعم خود مسیح علیہ السلام کے قتل کا شبہ ہوا جو کہ درست نہیں۔ کیونکہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناً﴾ میں قرآن نے فیصلہ کر دیا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح صلیب پر چڑھایا گیا'' اور قرآن فرماتا ہے کہ ''صلیب پر نہیں چڑھایا گیا''۔ پس اب مسلمانوں کو قرآن ماننا چاہئے یا مرزا صاحب کا فرمانا؟ جو بلا دلیل ہے۔

سوال احمدی: مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ تو مسیح موعود ہے اس لئے جب تک مسیح کو فوت شدہ نہ مانیں تو انکا دعویٰ درست نہیں ہوتا۔

جواب: یہ غلط فہمی ہے کہ موت مسیح ثبوت دعویٰ مرزا صاحب سمجھی جائے۔ مدعی کو اپنے دعویٰ کا ثبوت ساتھ لانا چاہئے نہ کہ اگر مسیح زندہ ہے تو دعویٰ نہیں اور اگر مسیح فوت ہو گیا ہے تو مرزا صاحب مسیح موعود ہیں، یہ تو معقول نہیں۔ اگر بفرض محال حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ مان لیں تو پھر بھی بارِ ثبوت مرزا صاحب پر ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی ہی مسیح موعود ہیں اور دوسرا نہیں۔

دوم: الہام تو شریعت میں حجت نہیں، کیونکہ اس میں وسوسہ کا احتمال ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے مرشد کو بھی الہام ہوا تھا کہ تو ''عیسیٰ'' ہے مگر ان کے پیشوا نے ان کو اس وسوسہ سے نکال لیا اگر مرزا صاحب کا بھی کوئی پیر طریقت ہوتا تو ان کو اس وسوسہ سے نکال لیتا۔

سوم: مرزا صاحب کے اپنے الہام اپنے ہی دعویٰ کی دلیل نہیں ہو سکتے اگر مدعی عدالت میں دعویٰ پیش کر کے خود ہی گواہی دے کہ میں سچا ہوں تو عدالت ہرگز قبول نہیں کر سکتی اور نہ ہی مدعی ڈگری پا سکتا ہے۔

چہارم: مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ سچے اور جھوٹے خواب و الہام بدکار و فجار مسلم وغیر مسلم چوہڑے چمار کنجر ڈوم سب کو آتے ہیں اور کنجری بدکاری کی حالت میں بھی سچے خواب دیکھ لیتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خواب و الہام معیارِ صداقت نہیں اور نہ ہی دلیل تصدیق دعویٰ مرزا صاحب ہوسکتی ہے کیونکہ ایک فعل مرزا صاحب کیواسطے دلیل صداقت ہو اور اگر غیر سے وہی فعل صادر ہو تو دلیل صداقت نہ ہو، بعید از انصاف ہے۔ اگر خواب والہام قابل اعتبار ہیں تو دونوں کے واسطے اور اگر ناقابل اعتبار ہیں تو دونوں کے واسطے۔ چونکہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ مسیح موعود ہونے میں اپنے خواب والہام پیش کرتے ہیں اور یہ معیارِ صداقت نہیں، اس لئے وہ مسیح موعود نہیں۔

سوال احمدی: مرزا صاحب قرآن کے حقائق و معارف و تفسیر لاثانی فرماتے ہیں اور یہ ان کی صداقت کا نشان ہے۔

جواب: قرآن مجید کی تفسیر اور حقائق تو ہر ایک زمانہ میں علمائے وقت کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ دُرمنثور، بیضاوی، کشاف وغیرہ وغیرہ تفاسیر میں حقائق و معارف کم ہیں۔ کیا وہ سب مسیح موعود تھے؟

شیخ فیضی نے بے نقطہ تفسیر ''سواطع الالہام'' لاثانی لکھی تھی۔ جس کا جواب یا مثل آج تک کسی نے نہیں لکھا۔ کیا وہ مسیح موعود تھا؟ سرسید مرحوم نے قرآن کی تفسیر و حقائق و معارف جن کا اخذ اکثر مرزا صاحب کی تصانیف میں ہوتا ہے۔ نئے علوم کے موافق تصنیف فرمائی اور ضروری مسائل تقدیر و تدبیر، دوزخ، بہشت وغیرہ پر روشنی ڈالی، خاص کر مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات پر بحث کی۔ جس کی تقلید مرزا صاحب نے فرمائی۔ کیا سرسید بھی مسیح موعود تھا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کیونکر مسیح ہوسکتے ہیں؟

سوال احمدی: مرزا صاحب نے قوم کی خدمت کی اور اسلام کی حمایت میں تمام

مذاہب کی بطلان کی یہ ان کی صداقت کا نشان ہے۔

جواب: یہ غلط ہے، بلکہ اہل اسلام نے مرزا صاحب کو مناظر و پہلوان اسلام سمجھ کر مالا مال کر دیا۔ اسلام اور قوم کی خدمت سر سید مرحوم نے کی کہ اپنی کل جائداد، تنخواہ، پنشن وغیرہ سب آمدنی کالج و قوم کی خدمت میں صرف کرتا رہا حتی کہ کفن تک نہ رکھا۔ اس کے مقابل مرزا صاحب نے قوم کے روپیہ سے قرضہ اتارا۔ جائداد بنائی، چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ''جہاں مجھ کو دس روپے کی ماہوار آمدنی کی امید نہ تھی اب لاکھوں سالانہ کی آمدنی ہے جس سے اولاد مزے اُڑا رہی ہے''۔ اب غور فرماؤ کہ سر سید زیادہ اہل ہے مسیح موعود ہونے کا یا مرزا صاحب؟ بلکہ سر سید کو لوگوں نے بغیر دعوت قبول کیا اور مرزا صاحب نے اشتہاروں سے تمام دنیا ہلا دی مگر کسی نے ان کو قبول نہ کیا حالانکہ مرزا صاحب نے کرشن جی کا روپ بھی دھارا سر سید ایسا عالی حوصلہ تھا کہ اس نے کیا اور کر دکھایا مگر دعویٰ کوئی نہیں کیا اور مرزا صاحب نے کچھ نہیں کیا اور دعویٰ نبوت کیا۔

یہ سر سید کی تعلیم ہے جو بہ تبدیل الفاظ مرزا صاحب اہل اسلام میں پھیلا رہے ہیں تو کیوں نہ اصل یعنی سر سید کو مانا جائے جس سے مرزا صاحب نے محال عقلی وغیرہ سیکھ کر مسیح کی حیات و ممات و نزول پر بحث شروع کر کے اپنی ایک الگ جماعت بنالی۔ جس کی تہہ میں نیچریت ہے اور قرآن اور حدیث کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ پس کھلے کھلے نیچری ہونا چاہیے۔ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر نہیں ہونا چاہیے۔

سوال احمدی: چاند اور سورج کو گرہن رمضان میں ہوا اور یہ مرزا صاحب کے دعویٰ کی دلیل ہے۔

جواب: مرزا صاحب نے اُس قول حضرت باقر محمد بن حسین رضی اللہ عنہ کے غلط معنی کئے ہیں۔ اصل عبارت دیکھو اور اس کے معنی کر کے دیکھو: **قَالَ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا**

مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یَنْکَسِفُ القمر فِیْ اَوَّلِ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمْضَانَ وَ تَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِیْ نِصْفٍ مِنْهُ. ترجمہ: ''ہمارے مہدی کے دو نشان ایسے ہیں کہ جب سے آسمان اور زمین پیدا ہوئے کبھی ایسے نشان نہیں ہوئے۔ یعنی خرق عادت کے طور پر۔ اول رات رمضان میں چاند کا گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں سورج کا''۔

مرزا صاحب اوّل کے معنی ۱۲ و۱۳ اور نصف کے معنی اخیر یعنی ۲۸ و ۲۹ کرتے ہیں جو کسی طرح درست نہیں پرائمری جماعت کا لڑکا بھی جانتا ہے کہ اول کے معنی پہلا اور نصف کے معنی آدھا کے ہیں مگر مرزا صاحب اس کے برعکس معنی کرتے ہیں۔ یعنی اول سے نصف اور نصف سے اخیر کے ہیں، جو کسی لغت میں نہیں۔ پس احمدی جماعت کے آدمی وہ لغت کی کتاب لائیں جس میں اول بمعنی نصف رمضان اور نصف رمضان بمعنی اخیر رمضان ہو ورنہ ان کے معنی غلط ہیں۔ تمام زمانہ جانتا ہے کہ سو کا نصف پچاس ہے، نہ کہ ۹۸ پس یہ غلط ہے کہ رمضان میں چاندگرہن خلاف قانون قدرت فرماتے ہیں اور ساتھ ہی اقرار کرتے ہیں کہ رمضان میں خلاف قانون قدرت ہوسکتا ہے یہ منطق مرزا صاحب خود ہی سمجھیں کہ خدا تعالیٰ اول رمضان میں تو خلاف قانون قدرت نہیں کرسکتا مگر ۱۲ و۱۳ رمضان کو خلاف قانونِ قدرت رمضان میں کرسکتا ہے۔ قول کے الفاظ: ''قانون قدرت کے برخلاف ہونا تھا'' بتا رہے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا، جب سے آسمان زمین بنا ہے یعنی بطور نشان خلاف قانونِ قدرت ہوگا مگر مرزا صاحب اس قول کو اپنے دعویٰ کے مطابق کرنے کی خاطر الفاظ کے غلط معنی کرکے تطبیق چاہتے ہیں۔ مگر اول کے معنی نصف کس لغت سے لاسکتے ہیں۔ صرف مدعی اپنے کہنے سے تو ڈگری نہیں پاسکتا، کوئی لغت کی کتاب دکھائیں۔

ماہ رمضان میں سورج اور چاند کو گرہن لگنا

مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ ''رمضان میں کبھی پہلے چاندگرہن و سورج گرہن نہیں

ہوا'' غلط ہے۔ نظام قمری کے حساب سے جب چاند وسورج اپنے اپنے دورے کے موافق اس موقعہ پر آئیں گے جس پر یہ اجتماع گرہن ہوا تھا تو ضرور انکو گرہن لگے گا۔ چنانچہ علم ہیئت سے ثابت ہے کہ نظام قمری کے حساب سے ایک دن جو آج گذرا ہے یعنی جس جس مقام پر چاند آج منازل طے کریگا وہ دن دوسو دس برس بعد پھر آئیگا۔ جس سے ثابت ہے کہ رمضان میں ہمیشہ بموجب رفتارِ قمر اسکو گرہن لگتا رہا ہے یعنی دوسو دس برس پہلے لگا تھا اور پھر دوسو دس برس کے بعد لگے گا۔ جیسا کہ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء میں چاند اور سورج کا گرہن ایک ہی مہینہ میں ہوا ہے پھر یہ اقتران گرہن ماہ اپریل میں دوسو دس برس کے بعد ہوگا۔ اب اگر ایک شخص یہ کہے کہ اپریل میں گرہن چاند اور سورج کا میری صداقت کا نشان ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا تو کوئی مان سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ رمضان میں اقتران گرہن چاند وسورج میری صداقت کا نشان ہے، غلط ہے۔ کیونکہ قول میں اول رمضان لکھا ہے۔ اول رمضان کو گرہن نہیں لگا نہ سورج گرہن نصف رمضان میں واقع ہوا۔

معجزات وخوارق ومحالات عقلی کے تو مرزا صاحب قائل نہیں بلکہ تمسخر اڑاتے ہیں

اور یہاں اپنے مطلب کے واسطے وہ امر جو ابتدائے آفرینش سے یعنی جب سے آسمان و زمین پیدا ہوئے کبھی نہیں ہوا تھا، اس کا ہونا مانتے ہیں۔ یعنی چاند وسورج کے گرہن کا اجتماع رمضان میں صرف مرزا صاحب کی خاطر ہوا اور وہ بھی کھینچ تان کہ غلط معنی کر کے، جو ہرگز قرین قیاس نہیں اور نہ کسی لغت کی کتاب میں ہے تو ہم اب مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اب قانونِ قدرت ومحال عقلی کہاں گیا؟ اول رمضان میں تو محال عقلی اور خلاف قانون قدرت ہے اور جب سے آسمان وزمین بنے ہیں، نہیں ہوسکتا مگر مرزا صاحب کی خاطر قانون ٹوٹ سکتا ہے۔ یعنی وہ امر جو آسمان وزمین کے پیدا ہونے کے وقت سے کبھی نہ ہوا تھا۔ اب ہوا۔ یہ فیصلہ مرزا صاحب کے ہاتھ میں ہے چاہیں کرلیں، کون پوچھ سکتا ہے۔

مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ اگر دہرم پال کہے کہ میری خاطر اپریل ۱۹۱۲ء میں اجتماع گرہن ہوا تو احمدی جماعت مان لے گی کہ بیشک اپریل میں کبھی اجتماع گرہن نہیں ہوا جب سے آسمان وزمین بنا ہے اور دہرم پال کے دعویٰ کو بھی مان لیں گے۔ یہاں تو الفاظ کے معنی بھی غلط نہیں کرنے پڑتے جس طرح مرزا صاحب نے کئے ہیں۔

دوم: حدیث شریف میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: ''کیونکر گمراہ ہو سکتی ہے وہ اُمت جس کے اول 'میں' ہوں اور درمیان 'مہدی' اور آخر میں عیسیٰ''۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مہدی اور مسیح الگ الگ ہیں۔ اور مرزا صاحب کا دعوی مسیح موعود ہونے کا ہے۔ جو کہ مہدی کے بعد آنیوالا ہے پس یہ قول کسوف خسوف کا اجتماع مرزا صاحب کی صداقت کا نشان نہیں۔ کیونکہ یہ ظہور مہدی کا نشان ہے۔ نہ مسیح موعود کا۔ اس کے مقابلہ میں **''لا مهدی الا عیسٰی''** ضعیف ہے۔

سوم: اس قول کو کیوں نہیں پیش کرتے **مِنْهَا خُسُوفُ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ فِي رَمَضَانَ** یعنی رمضان میں دو دفعہ چاند گرہن ہوگا چونکہ دو دفعہ نہیں ہوا، دعویٰ درست نہیں۔

عَنْ شَرِيكٍ قَالَ بلخی ان قبل خروج المهدی ينكسف القمر فی شهر رمضان مرتين رواه نعيم عن ابن عباس لايخرج مهدی حتى يطلع من الشمس اية. یعنی مہدی کا ظہور نہیں ہوگا جب تک آفتاب سے نشان ظاہر نہ ہو۔

عن كسب قال يطلع من المشرق قبل خروج المهدی نجم له ذاب۔ یعنی چونکہ یہ نشان ابھی ظاہر نہیں ہوئے اس لئے دعویٰ صادق نہیں ہے۔

مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے اور مہدی کا بھی ہے اور مجدد کا بھی ہے اور کرشن جی کا بھی ہے۔ مگر ان میں علامات اور ثبوت ایک کا بھی نہیں ہے۔ صرف دعویٰ پر کوئی مان سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہر ایک دعویٰ کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ جھوٹا اور سچا

اوراس میں فرق کرنے والی معیار ہوتی ہے۔مثلاً سونا اور پیتل ایک ہی دعویٰ رکھتے ہیں۔مگر جب معیار سے پرکھا جائے تو سونا سونا ہے اور پیتل پیتل، پس اسی طرح جب معیار پیشگوئیاں ہیں اوران میں علامات بھی ذکر کردی گئی ہیں تو پھر کوئی جھگڑا نہیں رہتا۔علامات کو دیکھ لواور مدعی کو دیکھ لو اگر معیار پر کھرا ہے تو مانو، ورنہ آپ کو اختیار ہے۔اب میں نیچے علامات ہر ایک کی لکھتا ہوں۔

ناظرین! اگر وہ علامات مرزا صاحب میں پائی جائیں تو ماننے میں کچھ عذر نہیں، کیونکہ اگر صرف دعویٰ ہی پر ماننا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مہدی جاوا، مہدی سوڈانی، مہدی سُمالی لینڈ، مہدی فرانس کو نہ مانا جائے کیونکہ انہوں نے بھی دعویٰ کیا ہے، پس بغیر امتحان شرعی صرف دعویٰ اس بنا پر نہیں مان سکتے کہ مدعی کہتا ہے، کیونکہ دعویٰ جھوٹا بھی ہوتا ہے اور سچا بھی۔

یہ آپ کی سخت غلطی ہے کہ آپ جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی کفار نے نہ مانا تھا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے مرزا صاحب کی تشبیہ صحیح نہیں۔مرزا صاحب غلام ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ آقا و مالک۔جیسا کہ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ ''تو غلام جس طرح آقا نہیں ہوسکتا اسی طرح مرزا صاحب محمد رسول اللہ ﷺ نہیں ہوسکتے۔

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

محمد رسول اللہ ﷺ اپنی صداقت اور نبوت، شریعت، معجزات، کامل وحی، اوامر و نواہی اپنے ساتھ لائے تھے اور انہوں نے یک لخت دعویٰ نبوت کر کے اپنا پیغمبر صادق ہونا لوگوں کے دلوں پر جما دیا تھا۔جنہوں نے معجزات طلب کئے دکھائے اور انکو نورِ اسلام سے منور کیا۔ایک امتی کی مثال اس کے نبی سے دینا، بے دینی و گمراہی و کفر ہے۔اگر کوئی شخص اپنی بدزبانی سے مار کھائے اور کہے کہ پیغمبروں اور نبیوں کو لوگ ستاتے رہے ہیں۔پس میں بھی نبی ہوں تو کیا غیر معقول دعویٰ ہوگا۔اگر ایک احمدی جھوٹ بولے اور کہے کہ مرزا صاحب

بھی جھوٹ بولتے تھے تو آپ کو کس قدر غصہ آئیگا اور اس کو احمدی سمجھیں گے۔ ہرگز نہیں اسی طرح مرزا صاحب اُمتی ہو کر محمد رسول ﷺ نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے ساتھ مرزا صاحب کی مثال صادق ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب امتی ہیں۔

کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے آپکو اُمتی بتایا تھا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس ایمان سے کہتے ہو کہ اگر مرزا صاحب کو جو نہ مانے وہ ان سے ہوگا جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ مانا۔ کجا بادشاہ کا انکار اور کجا چپڑ اسی و مذکوری کا نہ ماننا۔ جب شانِ احمد شانِ غلام احمد سے بالاتر ہے تو غلام احمد کا منکر، احمد ﷺ کا منکر کیونکر ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب کی مثال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہرگز درست نہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''میری امت میں تیس (۳۰) جھوٹے ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کرینگے''۔ اگر انکو نہ مانیں تو حق پر رہیں گے یا غیر حق پر؟ اگر یہ قاعدہ آپ کا درست ہے کہ جو مدعی نبوت کو نہ مانے اُن کفار کی مانند ہے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ مانا تھا تو آپ فوراً دہرم پال کو جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، مانو۔ اگر نہ مانو گے تو ابو جہل وغیرہ سے ہوں گے۔

دہرم پال تو مرزا صاحب سے دعویٰ نبوت میں زیادہ دلیر ہے اور ڈرتا بھی نہیں۔ مرزا صاحب نے تو ڈر کر باقساط دعویٰ نبوت کیا ہے۔ پہلے مناظر اسلام، پھر مجدد، پھر مثیل مسیح، پھر مسیح موعود، پھر مہدی، پھر کرشن جی۔ غرض یک انار و صد بیمار، ایک جان ہزار دکھ، ایک مرزا صاحب اور اس قدر دعاوی۔ ابھی شاید ان کو علم نہیں تھا کہ زردشت، سید احمد مجدد سرہندی، رام سنگھ کوکا وغیرہ وغیرہ نے بھی آنا ہے۔ ورنہ ان کا بھی دعویٰ کرتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ صرف دعویٰ پر ہی ایک کو مان لینا ہے یا کچھ جھوٹے اور سچے مدعی کی تمیز بھی درکار ہے؟ جس کا جواب معقول یہی ہے کہ جھوٹے اور سچے میں تمیز کر کے ماننا چاہیے۔ پس مسلمانوں کے پاس پیش گویاں مخبر صادق کی ہیں ان کے مطابق جو شخص ہوگا، وہی سچا ہوگا۔

اوّل: تو مسیح موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں کسی میں بھی پنجاب یا ہندوستان جائے نزول مذکور نہیں اور نہ اس کا نام کرشن ہی بتایا گیا ہے، وہاں صاف دمشق ہے۔

دوم: جس قدر یہ پیشگوئی صاف ہے یعنی نام مسیح موعود اس کی والدہ کا نام کیونکہ بغیر باپ پیدا ہوا تھا اور اس کی جائے نزول مذکور ہے۔ تاکہ کسی قسم کا شک مانند حضرت ایلیا نہ رہے اور کوئی جھوٹا مدعی بھی نہ ہو۔ یعنی عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ شرقی منارہ دمشق پر نزول فرمائیں گے اگر کوئی پنجاب قادیان کا رہنے والا جس کا باپ بھی ہو اور نام اور باپ کا نام بھی اور رکھتا ہو۔ کیونکر سچا مدعی مانا جاسکتا ہے اگر کہا جائے کہ ان نشانات یعنی جو جو نام صفات حدیثوں میں مذکور ہیں، ان کے مرادی معنی ہیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرادی معنوں میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور ہوتی ہے ورنہ بلا مناسبت مرادی معنی تو ہر ایک شخص کرسکتا ہے اور اپنے دعویٰ میں سچا ہوسکتا ہے۔ مثلاً زید مدعی ہے اور مرادی معنی دمشق کے قصور ضلع لاہور لیتا ہے اور عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ سے مراد زید ولد بکر، تو مرزا صاحب اور اس میں کچھ فرق نہیں اگر مرزا صاحب نے بلا دلیل شرعی مرادی معنی بغیر مناسبت کے لئے ہیں تو مانے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یعنی دمشق سے مراد قادیان کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ حدیث میں ہندوستان کا نام تک نہیں اور نہ موضع قادیان جو اُس وقت آباد بھی نہ تھا، کیونکر دمشق ہوسکتا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ سے مراد غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ لینا بالکل بے ربط ہے۔ اول تو حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ نہ تھا، اس لئے والدہ کا نام مذکور ہوا اور ولدیت سے ہمیشہ مقصود تمیز ہوتی ہے تاکہ کوئی اور شخص اس نام کا دعویٰ نہ کرے۔ جب یہ کہا جائے کہ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ تو اس سے صاف مراد وہی شخص ابن مریم نبی اللہ ہوگا، نہ کوئی اور دوسرا شخص بلا دلیل جو چاہے سو بن بیٹھے۔ مگر خدا تعالیٰ قیامت کے دن جب سوال کرے گا کہ تم نے غلام احمد کو عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ کیوں مانا تو اس وقت کیا جواب ہو

گا؟ بجز ندامت کے کچھ نہیں۔ پس اب میں نیچے نمبر وار نشانات و علامات حضرت مسیح و مہدی و مجدد کے لکھتا ہوں۔

ناظرین! غور سے علامات پڑھیں اور مرزا صاحب میں اگر وہ صفات پائیں تو بیشک مانیں ورنہ ہلاکت سے بچیں۔

۱..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ تم میں نزول فرمائیں گے''...... (الخ)

ناظرین! یہاں غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ نہیں ہے صرف عیسیٰ نبی ہے۔ یعنی وہی عیسیٰ جو نبی اللہ تھے، آئیں گے۔

۲..... آنحضرت نے فرمایا: ''ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پس عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔ امیر جماعت کہے گا: آیئے نماز پڑھایئے۔ فرمائیں گے نہیں۔ تم ایک دوسرے کے امام ہو خدا نے اس امت کو یہ بزرگی دی ہے کہ پیغمبر بنی اسرائیل، امت محمدی ﷺ کے پیچھے اقتدا کریں گے''۔ مسلم کی یہ حدیث جو بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے، واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ مسلم کی دوسری حدیث جو بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ؟** یعنی ''**اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ**'' سے دوسرا شخص عیسیٰ ابن مریم کا مغائر مراد ہے نہ جیسا کہ مرزا جی نے اپنے مطلب کے لئے ''**وَھُوَ اِمَامُکُمْ**'' نکال کر، امام بھی وہی ابن مریم یعنی مثیل ابن مریم ٹھرایا ہے۔

۳..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''شب معراج، میں ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ قیامت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہوا، انہوں نے کہا: مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بات ڈالی گئی، انہوں نے

کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا تصفیہ رکھا گیا، انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے اور میرے ہاتھ میں شمشیر بُرندہ ہوگی، جب وہ مجھے دیکھے گا تو کانپنے لگے گا جیسے رانگ پگل جاتا ہے''۔

۴..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم خدا پاک کی ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اُتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو اُٹھائینگے مال کی کثرت ہوجائے گی اور زر و مال کو کوئی قبول نہ کریگا۔ یہاں تک کہ تمام دنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا''۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے اگر تم ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے دلیل جانتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اب آیت کے معنی جو مرزا صاحب کرتے ہیں کہ اہل کتاب ایمان لے آئے، غلط ہوئے۔ آیت کی رو سے حضرت مسیح موعود پر سب اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ مگر مرزا صاحب فوت بھی ہوگئے اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے ایک بھی مسلمان نہ ہوا جس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے۔

۵..... عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اگر وہ پتھریلی زمین سے کہدیں کہ شہد ہو کر بہ جا، وہ بہ چلے گی۔

ناظرین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح آسمان پر ہیں اور بعد نزول زمین پر چالیس سال رہیں گے۔

سیرتِ مسیح

اوّل: عیسیٰ علیہ السلام جامع دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے، پھر اہلِ

دمشق کو ساتھ لیکر طلب دجال میں نہایت سکینہ سے چلیں گے۔ زمین ان کے لئے سمٹ جائیگی۔ مرزا صاحب قادیان سے کبھی نہیں نکلے۔

دوم: جس کافر کو ان کی سانس کا اثر پہنچے گا وہ فوراً مر جائیگا۔ مرزا صاحب کے سانس سے کافر وہ دلیر ہوئے کہ بزرگان اسلام کی ہتک کرتے ہیں اور علانیہ گالیاں دیتے ہیں اور یہ مدعی مسیح موعود کی مہربانی ہے کہ قلمی جنگ کر کے شکست کھائی اور کافر دلیر ہوئے۔

سوم: بیت المقدس کو بند پائیں گے۔ دجال نے اس کا محاصرہ کرلیا ہوگا۔ اس وقت نماز صبح کا وقت ہوگا۔

ناظرین! مرزا صاحب نے بیت المقدس دیکھا تک نہیں۔ محاصرہ جنگ کر کے لڑنا پڑتا تو دعویٰ سے دست بردار ہوتے۔ کیونکہ یہ تو قلم کے بہادر ہیں، وہ بھی بلا دلیل۔ جب کفار سے جنگ کرتے تو توپوں اور بندوقوں کے مقابلہ میں جدید ایجاد شدہ قلمیں کفار کو دکھاتے تو کفار بھاگ جاتے۔ اب بھی طرابلس میں قلموں کے جہاز روانہ کرنے چاہئے کہ اسلام کی فتح ہو۔

چہارم: ان کے وقت میں یاجوج و ماجوج خروج کریں گے۔ تمام خشکی و تری پر پھیل جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جائیں گے۔

ناظرین! مرزا صاحب کا کوہ طور بھی قادیان تھا۔

پنجم: روضۂ رسول اللہ ﷺ میں مدفون ہونگے۔ بموجب حدیث جو امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی اور ابن عساکر سے بیان کی ہے **يُدْفَنُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ صَاحِبَهُ فَيَكُوْنَ قَبْرُهٗ رَابِعًا.** ترجمہ: یعنی عیسیٰ ابن مریم، رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن ہونگے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

ناظرین! مرزا صاحب ناگہانی موت سے لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن

ہوئے۔

ششم: دجال کو باب لد پر قتل کریں گے، اس کا خون نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے۔

ناظرین! مرزا صاحب نے بجائے قتل دجال کے قلمی اشتہار دے کر جنگ مقدس میں شکست کھائی اور عبداللہ آتھم عیسائی کی موت کی پیشگوئی معیار صداقت ٹھہرا کر شکست کھائی۔ نعوذ باللہ اسلام جھوٹا ثابت کیا۔ سچ ہے دعویٰ کرنا آسان ہے پر ثبوت دینا مشکل ہے۔

نشانات مہدی ﷺ مختصر طور پر

۱...... ''مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور فاطمی النسب ہوگا''۔

ناظرین! مرزا صاحب کا نام غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ قوم مغل ہے۔ مگر ساتھ ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نکتہ چینی بھی فرماتے ہیں کہ فاطمی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت! فاطمی ہونے کی ضرورت اس واسطے ہے کہ بوقت جنگ پشت نہ دکھائے یا جھوٹی تاویل کر کے سیف کا نام قلم نہ رکھے۔

۲...... مہدی کا ظہور مکہ میں ہوگا۔

مرزا صاحب کبھی مکہ نہیں گئے۔

۳...... مہدی رکن میں بیعت لیں گے۔

مرزا صاحب نے قادیان سے قدم باہر نہیں رکھا اور حج تک نہیں کیا۔

۴...... رسول اللہ کی تلوار و علم و کرتہ مہدی کے پاس ہوگا۔

مرزا صاحب کے پاس سوا تاویلات کے کچھ نہیں۔

۵...... لوگ مہدی کو بیعت لینے کے واسطے مجبور کریں گے اور وہ انکار کریں گے۔

مرزا صاحب اصرار کرتے ہیں اور لوگ انکار۔

۶...... مہدی کا ظہور ۳۱۳ آدمیوں کے ساتھ ہوگا۔ جو سب ابدال ہونگے رات کو عابد اور دن

کو شیر۔

مرزا صاحب کے ساتھیوں کی شیری اور عابدی سب کو معلوم ہے۔

۷......سفیانی کے ساتھ جنگ کریں گے۔

مرزا صاحب کو اگر جنگ خواب میں بھی دکھائی دیتی تو دعویٰ سے دست بردار ہو جاتے۔

۸......لاین ٹونس رے وغیرہ میں جنگ کریں گے۔

مرزا صاحب نے یہ مقامات دیکھے تک نہیں۔

۹......کالے جھنڈے پانی پر اتریں گے۔

ابھی وہ وقت نہیں آیا۔

۱۰......مہدی کی جنگ روم والوں سے ہوگی۔

مرزا صاحب کی جنگ کے نام سے جان جاتی تھی۔

ناظرین! خود غور فرمائیں کہ کوئی بھی علامت مرزا صاحب میں عیسیٰ و مہدی کی پائی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ مرزا جی تو کرشن جی ہیں اور کرشن جی کی حدیث میں نہیں آیا ہے۔

مجدد کی بحث

مجدد کا کام دین میں جو امورِ بدعی مرورِ ایام سے رواج پا گئے ہوں، دور کرنا ہے۔ مگر مرزا صاحب نے بجائے دور کرنے کے اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ بت پرستی، تصویر پرستی کی بنیاد ڈالی جو کہ خلاف قرآن وحدیث ہے۔ یعنی اپنی عکسی تصاویر بنوائیں اور تقسیم کیں اور غیر ممالک میں روانہ کیں۔ جس سے ۱۳ سو سال سے اسلام، پاک چلا آتا تھا۔ چونکہ یہ فعل خلاف قرآن وحدیث واجماع امت ہے اور مدعی مجدد سے سرزد ہوا ہے اس لئے مجدد مرزا صاحب نہیں ہو سکتے۔

دوم: "مجالس الابرار"، مجلس ۸۳ میں مجدد کی تعریف ہے کہ "علمائے وقت اس کا علم وفضل وناقد حدیث ہونا مان کر اس کو مجدد تسلیم کریں"۔ نہ کہ وہ اپنے منہ سے کہے کہ میں مجدد ہوں۔ اور علمی لیاقت یہ کہ علمائے وقت نے کم علم اور حدیث کے نہ جاننے والا مان کر کفر کے فتویٰ ان کی تصانیف کو خلاف قرآن وحدیث پا کر دیئے جن میں شرک کی تعلیم ہے۔

مجدد کو خود علمائے وقت مانتے ہیں۔ وہ خود دعویٰ نہیں کرتا۔ جیسا کہ امام شافعی، امام رازی، جلال الدین سیوطی، امام غزالی رحمہم اللہ علیہم اجمعین

مرزا صاحب کو تو معمولی عالم دینیات بھی کسی عالم نے نہیں مانا۔ پس مرزا صاحب مجدد نہیں ہو سکتے۔

سوم: مجدد مشرک وکافر کو نبی نہیں مانتا۔

مرزا صاحب نے کرشن جی کو جو قیامت کے منکر، تناسخ کے قائل، اوتاروں کے قائل، حلول ذات باری کے انسانی وجود میں قائل کو نبی مانا ہے اور کرشن جی کی بروزی تاثیر سے تصویر بنوائی اور شرک کی بنیاد ڈالی۔ یہ کام مجدد کا نہیں۔ پس مرزا صاحب مجدد نہیں ہو سکتے۔

چہارم: مجدد کا کام دین میں جو فتنہ پیدا ہو اس کو دور کرنا ہوتا ہے۔ تعلیم انگریزی وعلم سائنس وغیرہ سے اہل اسلام کے ایمان جو متزلزل ہو گئے تھے اور عقلی جواب دینے سے عاجز ہو کر خود اسلام پر اعتراض کرتے تھے، مجدد اپنی علمی لیاقت سے ان کے اعتراضوں کا جواب دیتا اور اصولِ اسلام کو غالب کر دکھاتا۔ تب مجدد ہو سکتا تھا۔ مگر مرزا صاحب نے کچھ سرسید سے اخذ کیا کچھ شیخ اکبر محی الدین عربی سے لیا۔ کسی جگہ ملائکہ کو روح کواکب مانا۔ بہشت و دوزخ کی تاویل، حیات وممات مسیح پر محال عقلی کے اعتراض۔ کسی جگہ خود ستائی ایسی کہ اس فلسفیانہ عقل اور روشنی کے زمانہ میں جگت ہنسائی کا باعث ہے۔ کہیں ابن اللہ ہونا۔ کہیں خدا

میں ہونا اور خدا ان میں ہونا۔ کہیں خدا کی گود میں بیٹھنا۔ قرآن کو آسمان سے لانا۔ کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کو خدائی کے مرتبہ تک پہنچانا۔ انصاف تو کرو! ایسا شخص مجدد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ مسیح موعود مجدد بھی ہوگا اور کرشن بھی ہوگا۔ اور ہندوستان میں ہوگا۔ کوئی نص شرعی ہے تو پیش کرو۔ ورنہ جھوٹے دعوے چھوڑ دو۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنَ

کرشن جی کی تعلیم شرک

(ماخوذ از گیتا مترجمہ فیضی)

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام — تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام
منم ہر چہ ہستم خدا از من است — فنا از من است و بقا از من است
باشجار پیپل بدانی مرا — برگہائے نارو بدانی مرا
اگر گوش داری چہا میشوی — خدا مے شوی و خدامی شوی

تناسخ

ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند — بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند
گرفتار زندان آمد شہ اند — ز بیدانشی جسم جان خود اند

اور تمام نبیوں کی ہتک کی۔ اور یہ نہ سمجھے کہ ایک وقت ہی میں ایک ہی جگہ چار سو نبی جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ مندروں کے پجاری اور کاہن تھے۔

پنجم: حضرت مسیح کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ مرزا صاحب خود ہی مطمئن نہیں ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں مدفون ہے، کبھی طرابلس میں۔ کبھی بیت المقدس میں اور کبھی سری نگر کشمیر میں۔ اور ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ البتہ سری نگر والی قبر کے مجاوروں کو طمع دیکر لکھوانا چاہا مگر مجاور جھوٹ بولنے اور جھوٹی تحریر دینے سے انکار کر گئے۔

(سیف چشتیائی، ص ۱۶۵)

ششم: عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب سے کوئی عالمِ اسلام بحث نہ کر سکتا تھا۔ مرزا صاحب کسی کے ساتھ بحث نہ کر سکتے تھے۔ صرف مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی سے دہلی میں مباحثہ ہوا اور مرزا صاحب وفات مسیح ثابت نہ کر سکے۔ اور صرف ونحو کے قواعد کے خلاف معنی کئے الزام کو قبول کر کے علم صرف ونحو سے انکار کرو۔ یا اور مباحثہ بھی ادھورا چھوڑ کر قادیان واپس تشریف لے گئے۔ دیکھو مباحثہ مرزا صاحب۔ مولوی محمد بشیر صاحب جس کا نام حیات مسیح ہے اس کے بعد مرزا صاحب کسی عالم کے روبرو نہیں آئے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو خود دعوت دی جب وہ لاہور میں آئے آپ قادیان سے نہ نکلے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری قادیان تک پہنچے۔ مگر مرزا صاحب نے بحث نہ کی۔ امرتسری مولویوں کو دعوت دی۔ مگر میدان میں نہ آئے۔

حکیم نورالدین صاحب کو مولوی عبدالحکیم صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے دو تین خط لکھے، مگر سوال دیگر جواب دیگر پا کر انہوں نے کھلی چٹھی پیسہ اخبار ۸ جنوری ۱۹۱۲ء میں حکیم صاحب کے نام شائع کرائی۔ مگر صدائے بر نخاست۔

ھفتم: مرزا صاحب کو نبی یقین کرتے ہیں اور عوام کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ موسوی شریعت کے تابع بہت نبی گذرے، کیا وجہ ہے کہ شریعتِ محمدی کے تابع نبی نہ ہوں۔ پس مرزا صاحب غیر تشریعی اور ظلی نبی نہیں اور بسبب پیروی محمد رسول اللہ ﷺ انکو ظلی نبوت عطا ہوئی۔

ناظرین! یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت محمد رسول ﷺ کے پہلے باب نبوت مسدود نہ تھا اور اُس وقت غیر تشریعی نبی تشریعی نبی کے بعد برائے تجدید احکام دین آتے تھے اور خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یا کسی اور مرسل کو خاتم النبیین نہیں فرمایا تھا۔ اس واسطے غیر

تشریعی نبی، موسوی شریعت میں آتے تھے۔ مگر جب محمد رسول ﷺ پیغمبر آخر زمان تشریف لائے اور **اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** اور **خَاتِمُ النَّبِیِّیْن** کی سند ساتھ لائے تو انکے بعد کوئی نبی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ غیر تشریعی نبی کا کام علمائے امتِ محمدی دینگے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہونگے جو کہ تبلیغ وتجدید شریعت محمدی کرتے رہیں گے''۔ اور اسی پر اجماع امت رہا ہے کہ ۱۳ سو برس تک کوئی غیر تشریعی وظلی نبی نہیں ہوا، صحابہ کرام سے تو بڑھ کر کسی نے پیروی رسول اللہ ﷺ کی نہیں کی۔ جب وہ نبی نہ ہوئے اور حضرت نے صاف صاف فرمادیا: **''لانبی بعدی''** اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تصدیق بھی کردی کہ میں نہ نبی ہوں اور نہ مجھ کو وحی آتی ہے۔ تو مرزا صاحب کیونکر نبی ہوسکتے ہیں۔ حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ جو کہ نزول فرمانے والا ہے اس کو نبوت رسول اللہ ﷺ سے پہلے عطا ہوچکی ہے اور وہ امتی محمد رسول اللہ ﷺ کا ہوگا۔ اور سابقہ لقب اس کا نبی اللہ کا ہوگا نہ کہ اس کو بعد نزول نبوت عطا ہوگی۔ حضرت محی الدین ابن عربی'' فتوحات '' کے باب ۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اسی شریعت محمدی سے حکم کرینگے اور قیامت میں ان کے دو حشر ہونگے ایک حشر انبیاء کے زمرہ میں ہوگا اور دوسرا حشر اولیاء کے زمرہ میں۔ پس مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت سے نبی نہیں ہوسکتے۔

ھشتم: مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ جو مرزا صاحب کو نہ مانے یہودی صفت ہے حالانکہ یہودیوں کی مانند مسیح کو فوت شدہ اور اس کے معجزات کو شعبدہ وعمل تراب وسحر سامری کہتے ہیں۔ اور یہودیوں کی مانند حضرت مسیح علیہ السلام کی بے ادبی کرتے ہیں۔ پس یہودی صفت مرزائی ہوئے نہ کہ مسلمان۔

☆☆☆☆☆